زور بیان

تشبیہ، استعارہ، مجاز مرسل اور کنایہ
کے وہ انداز بیان جن کی وجہ سے علم بیان کو جادو کہا گیا ہے

مؤلف
مولانا محمد افضال الحق جوہر قاسمی

ناشر
مکتبہ دانشور، دارالعلوم، رسول پور، گورکھپور (یوپی)

مولانا اعجاز احمد اعظمی لایبریری چھپرا اچریا کوٹ ضلع مئو اترپردیش

حضرت مولانا اعجاز احمد صاحب اعظمی مدظلہ

سلسلہ ۲

زورِ بیان

تشبیہ، استعارہ، مجازِ مرسل اور کنایہ

لفظوں کے استعمال، ترکیبوں کی نزاکت اور وسعت، محاوروں کی چستی و معنویت، تشبیہات کی ندوت و شہرت اور اشارات و کنایات کے رشتے جہاں مضبوط ہوتے ہیں وہ علم معانی و بیان کا میدان ہے جہاں زبان کی بناوٹ اور تازگی کے لیے اصول اور ضابطے آپ کی مدد کرتے رہتے ہیں۔

مؤلف

مولانا محمد افضال الحق جوہر قاسمی

مکتبہ دانشور، دارالعلوم رسول پور، گورکھپور (یوپی)

Scanned by CamScanner

جملہ حقوق بحق مؤلف محفوظ ہیں

نام کتاب : زور بیان
مؤلف : مولانا محمد افضال الحق جوہر قاسمی
کمپوزنگ : نوشاد عالم قاسمی
تعداد : ایک ہزار
قیمت : ۳۵
ناشر : مکتبہ دانشور، دارالعلوم، رسول پور، گورکھپور (یوپی)

ملنے کے پتے:

- ناظم دارالعلوم رحیمیہ، رگھولی، گھوسی، مئو (یوپی)
- مکتبہ ترجمان دارالعلوم، ذاکر نگر، نئی دہلی ۲۵
- کتب خانہ حسینیہ، دیوبند، سہارن پور (یوپی)

مولانا اعجاز احمد اعظمی لائبریری چھپرا چیریا کوٹ ضلع مئو اتر پردیش

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الفاظ ومعانی کے ذریعہ اپنا مافی الضمیر ادا کرنے یا واضح کرنے یا زور دار بنانے کی ہرممکن کوشش کا نام علم بیان ہے

لفظ و معنی

مسکراہٹ سے خوشی، مینارہ سے مسجد، اور دھوئیں سے آگ، معلوم ہوتی ہے اس لیے یہ دال مدلول اور لازم ملزوم ہیں اور بتلانے کا نام دلالت ہے۔

دلالت تین طرح کی ہوتی ہے: طبعی، عقلی، وضعی۔

۱- طبعی

جو اثر خود بخود ظاہر ہو طبعی ہے جیسے غم میں آنسو، خوشی میں ہنسی آجاتی ہے بھوک سے بچہ روپڑتا ہے یہ سب فطری یا طبعی اثرات ہیں۔

۲- عقلی

جو اثر کچھ دیکھ سن کر ظاہر ہو اسے عقلی کہتے ہیں جیسے لڑکا محنتی ہے، پاس ہوگا، بادل آگئے بارش ہوگی، جو دیکھا وہ نظری ہے اور جو اثر ظاہر کیا وہ عقلی ہے۔

۳- وضعی

بعض مرتبہ کسی نئے کام کے لیے علامت مقرر کر لیتے ہیں جیسے چھٹی کے لیے گھنٹی علامت ہے اور پولس کے لیے وردی علامت ہے، اس کی دو قسمیں ہیں لفظی اور غیر لفظی۔

لفظی اگر لفظ مقرر ہے تو لفظی کہیے ہیں جیسے بچوں کے نام، چیزوں کے نام، اور حرکتوں کے نام رکھتے ہیں تو ایک لفظ ہے اور دوسرا معنی۔ جو موضوع لہ' ہے ایک اسم ہے دوسرا معنی جیسے ڈوڑنا ایک حرکت کا نام ہے اور وہ حرکت معنی ہے دار العلوم اسم ہے اور

مدرسہ معنی ہے۔

(۱) لغت میں الفاظ اور ان کے معانی یا اسماء اور ان کے مصداق لکھے رہتے ہیں۔

(۲) قرآن، توریت، زبور، انجیل اور آسمانی صحیفوں کے ذریعہ خدا نے انسانوں کو الفاظ اور ان کے مختلف معانی اور مطلب سکھائے۔ ہم اپنی کتابوں سے معلومات حاصل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی سکھاتے ہیں یہ لفظی وضعی ہیں۔

(۳) ریڈیو، ٹی. وی. لفظوں اور تصویروں کے ذریعے خبریں حاصل بھی کرتے ہیں اور خبریں بھیجتے بھی ہیں اس لیے یہ لفظی وضعی بھی ہیں اور غیر وضعی بھی۔

غیر لفظی وضعی

ریل کا سنگل، پولس کی بندوق یا نقشے، کارٹوں اور تصویریں الفاظ نہیں ہیں مگر کسی بات کی علامت ہیں جو مقرر کر دی گئی، اس لیے یہ غیر لفظی وضعی ہیں ان سے بڑے کام ہوتے ہیں، بچے، جاہل اور پاگل بھی ان سے آپ کا مطلب سمجھ لیتے ہیں مگر اس طرح کی دلالتوں میں سب سے آسان اور کارآمد دلالت لفظی وضعی ہے۔ اس لیے علوم اور فنون میں، اسکول اور کالج میں، گھریلو اور دفتری کاموں میں ان کا خوب استعمال ہوتا ہے۔ اور طرح طرح سے ہوتا ہے حتی کہ پاگل بھی الفاظ بولتے ہیں اگرچہ معنی نہیں سمجھتے۔

لفظ موضوع

خدا نے حضرت آدم علیہ السلام کو ہماری دنیا کی تمام چیزوں کے نام بتادیئے تھے اور اسی نے اپنی کتابوں کے، فرشتوں کے، مخلوقات کے، رسولوں کے، اور دوسری چیزوں کے نام رکھے ہیں اور ہم لوگ اپنے بچوں کے، سامانوں کے نام رکھتے ہیں تو چیزوں کے نام حرکتوں کے نام، شہروں اور دیہاتوں کے نام سب موضوع ہیں اور لفظ موضوع کا استعمال دو طرح سے ہوتا ہے۔ حقیقت، مجاز، جیسے: گدھا بوجھ لادے ہوئے ہے یہ حقیقت ہے اور وہ نوکر نہیں گدھا ہے مجاز ہے پہلا موضوع لہ کے لیے ہے۔ دوسرا

Scanned by CamScanner

اس غیر موضوع لہ کے لیے ہے جو اس کے لیے لازم ہے۔ تو موضوع لہ کے لیے لفظ کا استعمال کرنا حقیقت ہے اور غیر موضوع لہ کے لیے لفظ کا استعمال کرنا مجاز ہے۔

قرآن شریف میں ہے ان فرعون علا فی الارض یہ حقیقت ہے اور حدیث میں ہے ان ابا جھل لفرعون ھذہ الامۃ یہ مجاز ہے۔ یہاں فرعونیت سے سرکشی، دھاندلی، زبردستی اور اور بغاوت کرنے والا مراد ہے۔

حقیقت لفظی ومعنی مجازی

ہزاروں برس پہلے ارسطو نے لفظ ومعنی کی تقسیم اسی طرح کی تھی اس لیے عملاً اسی وقت سے تمام زبانوں میں وہ رائج ہوتی چلی گئی۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔ مطابقت، تضمن، التزام۔

اول مطابقت

لفظ سے اگر اس کا معنی موضوع لہ مراد ہے تو مطابقت ہے۔ جیسے مور خریدا ہے مور کی ذات مراد ہے اسے حقیقت کہتے ہیں۔

دوم تضمن

لفظ سے اگر اس کے معنی موضوع لہ کا کوئی جز مراد ہو تو تضمن ہے۔ جیسے مور خوبصورت ہے یعنی اس کے پر خوبصورت ہیں۔ مور کو باندھ دیا یعنی اس کے پاؤں کو باندھ دیا۔ موٹر پنچر ہے یعنی ٹیوب۔ یہ سب افراد ہیں یا اجزاء ہیں مگر اس کے لیے پورا لفظ بولا گیا ہے اسے مجاز کہتے ہیں۔ اس تضمن کی چار صورتیں رائج ہیں اور چاروں مجاز لفظی ہیں یہ تقسیم علم بیان میں کی جاتی ہے۔

۱ کل بول کر جزء مراد لیں جیسے مرغا کھارہا ہوں۔ یعنی اس کا گوشت۔

۲ جز بول کر کل مراد لیں جیسے قرآن شریف میں ہے رقبۃ مومنۃ یعنی مسلمان

غلام یا مسلمان باندی کیونکہ رقبہ مومن نہیں ہوتی رقبہ والا ہوتا ہے۔

۳ کل بول کر کچھ افراد مراد ہوں جیسے مہمان آگئے یعنی چند افراد، یا ایھا النمل ادخوا مسا کنکم یعنی جو میرے سامنے موجود ہیں وہ چیونٹیاں۔

۴ چند افراد بول کر پوری حقیقت مراد لی جائے جیسے چند چاول دیکھ کر پوری دیگ پر حکم لگاتے ہیں یا چند اشعار سن کر پوری شاعری کا اندازہ کرتے ہیں۔ اس طرح جزئیات سے کلیات بناتے ہیں اور علم فقہ اور قانون بنانے میں یہ کام بہت ہوتا ہے۔

تضمن کی مندرجہ بالا چار قسمیں ہیں اور چاروں علم بیان میں مجاز مرسل کہلاتی ہیں۔

سوم التزام

لفظ بول کر اس کے موضَع لَہ کا کوئی وصف مراد لینا التزام ہے جیسے لڑکا شیر ہے یعنی بہادر ہے۔ نوکر الو ہے یعنی بے وقوف یا منحوس ہے۔ حاکم فرعون ہے یعنی متکبر ہے تو ہر لفظ سے اس کا وصف، لازم مراد ہے یہ التزام ہے اور یہ بھی مجاز لفظی ہے۔

التزام کی دو صورتیں ھیں

اول تشبیہ: ملزوم بول کر لازم مراد لینا تشبیہ ہے جیسے بچہ پھول کی طرح ہے تو پھول سے اس کی خوبصورتی مراد ہے جو بچے پر منطبق ہے۔

دوم کنایہ: لازم بول کر ملزوم مراد لینا اس کو کنایہ کہتے ہیں جیسے قرآن میں ذوالاوتاد سے فرعون مراد ہے، دم دبا کر بھاگنے سے بزدلی مراد لی جاتی ہے۔ جو کتے کی مشہور عادت ہے۔

ملزوم اور لازم

اگر ملزوم بول کر لازم مراد لیا گیا ہو اور دونوں میں کوئی وصف مشترک ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ اگر دونوں میں وجہ تشبیہ ظاہر کر دی گئی ہو تو تشبیہ ہے اور اگر وجہ تشبیہ ظاہر نہ کی گئی ہو تو استعارہ ہے جیسے وہ شیر کی طرح بہادر ہے، اور مور کی طرح

Scanned by CamScanner

خوشنما، یہ تشبیہ ہے اور میرا شیر جیت جائے گا، استعارہ ہے۔ کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے یہ استعارہ ہے۔

مجاز مرسل

اگر ملزوم بول کر دوسرے کی ذات یا وصف مراد ہو مگر دونوں میں کوئی وصف مشترک نہ ہو پھر بھی اس کے لیے استعمال ہوتا ہو تو مجاز مرسل ہے جیسے جیب کٹ گئی یعنی رقم، قرآن میں ہے تجری من تحتھا الانھار نہر نہیں، پانی بہتا ہے بوذات ہے تو یہاں ظرف بول کر مظروف مراد ہے چونکہ درمیان میں کوئی وصف نہیں مراد ہے اس لیے مجاز مرسل ہے۔ التزام کی چار قسمیں قرآن، حدیث اور ادب میں رائج ہیں اور سب مجاز لفظی ہیں۔

(۱) تشبیہ (۲) استعارہ (۳) مجاز مرسل (۴) کنایہ

حقیقت کا استعمال

حقیقت کی دو قسمیں ہیں (۱) مستعملہ (۲) متروکہ

قسم اول: مستعملہ کی چار قسمیں ہیں (۱) لغوی (۲) عرفی (۳) شرعی (۴) اصطلاحی۔

اول لغوی

لفظ کو اس کے لغت والے معنی میں استعمال کرنا حقیقت لغوی ہے جیسے بادل آسمان، دل، دماغ، یا کسی نئی ایجاد کو استعمال کرنے کے لئے نیا نام جیسے کمپیوٹر۔

دوم عرفی

عرف عام نے لفظ کو اس کے حقیقی افراد کے ایک حصے کے لیے مخصوص کر دیا ہو۔ جیسے لغت کے لحاظ سے جس کے چار پاؤں ہوں اسے چوپایہ چارپایا چارپائی کہہ سکتے ہیں مگر بھینس، بکری کو چارپائی نہیں کہتے۔ خرگوش اور بلی کو چوپایہ نہیں کہتے، اسی طرح

Scanned by CamScanner

کرسی تخت اور میز کو چارپایہ نہیں کہتے مگر جس کو کہتے ہیں اس کے بھی چار پیر ہوتے۔ اسی طرح آم، سیب، امرود کو پھل کہتے ہیں مگر لوکی، دھنیا، لونگ، یا بادام کو پھل نہیں کہتے حالانکہ لغت کے عام معنی میں سب پھل ہیں تو عرف عام نے حقیقت کی دو قسمیں کردیں اول مستعملہ اور دوم متروکہ جو مستعملہ ہے وہ حقیقت عرفی ہے اور جو متروکہ ہے وہ حقیقت لغوی ہے اگرچہ متروک ہوگئی ہے اور یہ بول چال میں ہوتا ہے۔

سوم شرعی

عرف عام کی طرح بعض الفاظ کو شریعت نے مخصوص معنوں کے لیے محدود یا خاص کردیا ہے جیسے خلوت، بائنہ رجعیہ، صوم، حج، زکوۃ، عشر، سعی، طواف، نکاح، طلاق، جیسے الفاظ لغت کے لحاظ سے عام ہیں شرعی طور پر محدود اک حقیقت ہیں۔

چہارم اصطلاحی

عرف عام کی طرح کسی تعلیم گاہ، کارخانے، علاقائی لوگوں نے اپنی مخصوص ضرورت کے لیے بعض الفاظ کو کچھ خاص کاموں کے لیے منتخب کرلیا ہے۔ جس کی یہ معنویت وہیں کے لیے مخصوص ہے وہاں سے باہر کچھ نہیں مثلاً منیجر، مہتمم، استاذ، چپراسی، درسگاہ، کتب خانہ، ذکروشغل، مراقبہ، سلوک، یہ سب اصطلاحی الفاظ ہیں جو اک خاص معنی کے لیے محدود ہونے کی وجہ سے اصطلاحی حقیقت ہیں۔

حقیقت متروکہ

لفظ کے لغوی معنی ہیں مگر وہاں مراد نہیں لئے گئے تو اس کی چار صورتیں بول چال میں رائج ہیں۔ (۱) متروکہ (۲) مہجورہ (۳) متعذرہ (۴) مترادفہ۔

اول حقیقت متروکہ

جیسے کھاٹ تو چارپائی ہے، مگر مسہری، تخت، کرسی یا میز پر چارپائی نہیں بولتے یہ عرف عام اور بول چال کا فیصلہ ہے اس لیے یہاں حقیقت متروکہ ہے وہاں مستعملہ۔

دوم حقیقت مہجورہ

لغت کے لحاظ سے اک معنی مراد لینا صحیح ہے مگر بول چال میں اس کے لیے استعمال نہیں ہے اگر چہ استعمال کرنا عقلاً صحیح ہے جیسے قسم کھائی کہ کیلا نہیں کھاؤں گا امرود نہیں توڑوں گا، تو دونوں سے مراد پھل ہے اس لیے اگر کیلے کے پتے چبالئے تو حانث نہیں ہوگا اسی طرح اگر امرود کا درخت توڑا تو حانث نہیں ہوگا یا اس کی پتی یا شاخ توڑی تو حانث نہیں ہوگا کیونکہ عرفاً پھل مراد ہوتا ہے اس کے عام اجزاء مراد نہیں ہوتے۔

سوم حقیقت متعذرہ

کسی لفظ سے اس کے حقیقی معنی مراد لینا محال ہو تو متکلم کی ذہانت کا لحاظ کر کے اس کے لازمی معنی مراد لیتے ہیں نوکر کو گدھا، شریر کو کتا صرف بیوقوفی اور شرارت کی وجہ سے کہا جاتا ہے ورنہ نوکر کا گدھا ہونا محال ہے اور خراب لڑکے کا کتا ہونا ممکن نہیں ہے۔

سوال: اگر حقیقت یہاں محال ہے تو اسے دوسری جگہ غلط کیوں بولتے ہیں؟

جواب: خدا اور رسول نے بھی ایسے الفاظ بولے ہیں اور حکیم غلط نہیں بول سکتا اس لیے اس کے معنی کا کوئی وصف مراد لے کر استعمال کیا گیا ہے جیسے داروغہ کو فرعون کہنا۔

تو لفظ سے کبھی معنی موضوع لہ کبھی اس کا لازم مراد لیا جاتا ہے اور اس کا رواج ارسطو کے زمانے سے منطق اور ادب میں ہے اور توریت وزبور کے زمانے سے مذہب میں رائج ہے۔

چہارم حقیقت مترادفہ

ایک ہی لفظ کبھی کبھی کئی کئی معنوں کے لیے موضوع ہوتا ہے تو سوال ہوتا ہے کہ اس کو تمام معنوں میں استعمال کریں یا کسی ایک معنی میں؟

Scanned by CamScanner

جواب یہ ہے کہ اگر دونوں معنی متضاد ہیں تو سیاق و سباق کے مطابق ایک ہی معنی میں استعمال ہوگا دوسرا متروک یا مہجور ہوگا یہیں سے حقیقت معکوسہ بھی پیدا ہوتی ہے ہماری زبان کا یہ عجیب پہلو ہے کہ ایک لفظ ہے جس کے لغوی معنی بھی ہیں۔ مگر وہ استعمال ہوتا ہے تو نہ اپنے موضوع لہ کے لیے نہ اپنے جزیا لازم کے لیے بلکہ لغوی معنی کی ضد کے لیے ہوتا ہے اس لیے نہ حقیقت ہے نہ مجاز بلکہ حقیقت معکوسہ ہے جیسے کبیر داس کو شکایت ہے۔

چلتی کو گاڑی کہیں، بنے دودھ کا کھویا رنگی کو نارنگی کہیں، کھڑے پیڑ کو سویا

کسی کا چلنا اور اسے گاڑ دینا دونوں الگ الگ حقیقی معنی ہیں اور تقریباً متضاد ہیں مگر چلتی ہوئی ریل کو گاڑی کہنا جھوٹ بھی ہے مذاق بھی پھر بھی عوام و خواص کہتے ہیں کہ گاڑی خریدی ہے یعنی چلنے والی موٹر، تو بول چال نے جھوٹ کو سچ بنا دیا۔ یہیں سے حقیقت اور مجاز کا جنم ہوتا ہے۔

مجاز کا استعمال

مجاز عقلی

اگر لفظ بول کر اس کو موضوع لہ کے لیے نہ استعمال کریں بلکہ اس کے متعلقات مراد لیں تو مجاز لفظی ہے لیکن اگر کسی فعل کو اس کے اصل فاعل کے ساتھ استعمال نہ کریں بلکہ کسی اور متعلق کے ساتھ استعمال کریں تو مجاز عقلی ہے جیسے عدالت نے پھانسی دیدی۔ حالانکہ پھانسی دینا جلاد کا کام ہے عدالت صرف سبب ہے یہ مجاز عقلی ہے قرآن کہتا ہے: **فما ربحت تجارتهم** یعنی **ما ربحوا فی تجارتهم یا هامان ابن لی صرحاً** حالانکہ ہامان وزیر اعظم ہے معمار نہیں مگر سبب کو مسبب بنا کر اس سے منسوب کر دیا اور قرآن میں استعمال کیا گیا ہے۔

سوال: فعل کے لیے فاعل ضروری ہے پھر بھی اس کو حذف کر کے متعلقات فعل کو

فاعل کی جگہ کیوں رکھ دیتے ہیں؟

جواب:اس کی بہت سی ضرورتیں ہیں:

(۱) حقیقی فاعل معلوم نہیں، جیسے چور،ڈاکو، نہیں معلوم ہوتے تو کہتے ہیں گھڑی چوری ہو گئی۔

(۲) حقیقی فاعل پر یقین نہیں۔ جیسے مریض کو ڈاکٹر نے مار ڈالا۔ اس کو خدا پر یقین نہیں ہے۔

(۳) کس کو فاعل بنادیں یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ جیسے عوام نے تختہ پلٹ دیا۔ تو خاص کو عام کر دیا۔

(۴) فاعل کو بتانے کی ہمت نہیں ہے۔ جیسے گاؤں میں بڑے آدمی پر الزام لگانا خطرناک ہوتا ہے اس لیے نام گوں کر دیتے ہیں کہ کھیت کٹوادیا گیا۔

(۵) ادیبانہ انداز کی وجہ سے جیسے موت نے گھر دیکھ لیا۔

(۶) شاعرانہ انداز کی وجہ سے جیسے عشق نے غالب نکما کر دیا۔

(۷) عالم سرمستی وخوشی میں جیسے کسان کہتا ہے پانی نہیں سونا برس رہا ہے۔

(۸) حسن بیان کے لیے جیسے واشتعل الراس شیبا بڑھاپے کی کتنی عجیب تعبیر ہے سبحان اللہ۔

(۹) مبالغہ کے طور پر جیسے:'زمین کھا گئی آسمان کیسے کیسے'

اس طرح کے تمام نسبتیں مجاز عقلی ہیں کیونکہ اصل فاعل کے بجائے متعلقات سے فعل منسوب ہیں۔

دلالت التزامی

دلالت التزامی میں جب ملزوم بول کر لازم مراد لیتے ہیں تو تشبیہ پیدا ہوتی ہے

Scanned by CamScanner

جیسے بچہ خوبصورت ہے یہ ایک خبر ہے مگر بچہ پھول کی طرح خوبصورت ہے یہ تشبیہ ہو گئی اس کی خوبصورتی کھل کر سامنے آگئی ہے اور اگر کہہ دوں کہ گھر میں چاند اتر آیا ہے تو اس کا حسن بہت نمایاں ہو گیا یہ استعارہ ہے اس لیے ہم دلالت التزامی کو چار حصوں میں بیان کرتے ہیں: (۱) فصل اول تشبیہ (۲) فصل دوم استعارہ (۳) سوم مجاز مرسل (۴) فصل چہارم کنایہ۔

فصل اول تشبیہ

ہر چیز کے اوصاف ہوتے ہیں اور ہر طرح کے ہوتے ہیں اگر دو چیزیں کسی وصف میں مشترک ہوں تو ایک بول کر دوسری مراد لیتے ہیں۔ جیسے بچہ بھی خوبصورت ہے پھول بھی، تو جب ماں بچہ کو پھول کہتی ہے تو بچے کا پھول بن جانا محال ہے مگر چونکہ دونوں میں خوبصورتی مشترک وصف ہے اس لیے ذات بول کر وصف مراد لیتے ہیں اور ایسا بچے، بوڑھے، جاہل، عالم سبھی کرتے ہیں یہی تشبہ ہے اور مجاز عقلی کی پہلی قسم ہے۔

تشبہ کے چار ارکان ہوتے ہیں:

۱	مشبہ	جیسے بچہ	رکن اول
۲	مشبہ بہ	جیسے پھول	رکن دوم
۳	وجہ تشبیہ	جیسے خوبصورتی	رکن سوم
۴	حرف تشبیہ	بچہ پھول کی طرح خوصبورت ہے	رکن چہارم

یہاں ایک پانچواں رکن ہے غرض تشبیہ مگر اس کے لیے کوئی لفظ نہیں ہوتا اس لیے اس کو یہاں چھوڑ دیتے ہیں۔

تعریفات

(۱) مشبہ وہ ذات ہے جس کے کسی وصف کو نمایاں کیا گیا ہو۔ جیسے لڑکا۔

(۲) مشبہ بہ: وہ ذات ہے جس کے وصف کو مراد لے کر وضاحت کی گئی ہو۔ جیسے شیر۔

Scanned by CamScanner

(۳) وجہ تشبیہ: جو وصف دونوں ارکان میں مشترک ہو اور اس کا حوالہ دیا گیا ہو۔ جیسے: بہادری۔

(۴) حرف تشبیہ: وہ لفظ ہے جس کے ذریعہ وہ مشترک وصف نمایاں ہو۔ جیسے لڑکا شیر کی طرح بہادر ہے۔ مثلهم كمثل الكلب، ان هم الا كاالنعام.

(۵) عورت بد شکل ہے یہ مذمت ہے مگر چڑیل کی طرح ہے تشبیہ ہے۔ اس نے اس کی بد شکلی کو نمایاں کر دیا اور اگر کہا کہ ڈائن ہے تو بد شکلی، نحوست اور خطرہ ہی نہیں بلکہ نفرت بھی ہو گئی یہ ہے غرض تشبیہ جو تشبیہ دینے والے کے ذہن میں ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے تشبیہ پیدا ہوتی ہے پھر مبالغہ کرنا ہو تو استعارہ بن جاتی ہے جیسے ڈائن آ گئی۔

مبادیات تشبیہ

وصف کی چار قسمیں ہیں: (۱) حقیقی (۲) عرفی (۳) ادعائی (۴) اعتباری۔

وصف حقیقی کی دو قسمیں ہیں: (۱) اصلی (۲) اضافی۔

وصف اصلی: جیسے رنگ، بو، مزہ۔

وصف اضافی: جیسے اوپر، نیچے، چچا، بھتیجا، استاد، شاگرد، شوہر، بیوی۔ وصف اصلی کی دو قسمیں (۱) حسی (۲) عقلی۔

اول وصف حسّی

ہمارے جسم میں حواس خمسہ کی ایسی قوتیں قدرت نے رکھی ہیں جو ہمارے ارد گرد کی تمام مادی چیزوں کی تصویریں الگ الگ اتار کر ہمارے دماغ میں جمع کر دیتی ہیں پھر جہاں سے جمع ہو کر وہ کام کرتی ہیں ان کو حواس خمسہ باطنہ کہتے ہیں جیسے حافظ، داہمہ۔

حواس خمسہ ظاهره

۱- قوت باصرہ۔ ۲- قوت سامعہ۔ ۳- قوت شامہ۔ ۴- قوت لامسہ۔ ۵- قوت ذائقہ۔

Scanned by CamScanner

قوت باصرہ

جس سے رنگ، فاصلہ حرکت کا احساس ہوتا ہے مثلاً فاقع لونہا لون حسی ہے۔

قوت سامعہ

جس سے آہٹ، آواز، یاالفاظ سنتے ہیں مثلاً لاتسمعوا لھذا القرآن.

قوت شامہ

جس سے خوشبو، بدبو محسوس ہوتی ہے جیسے مجھے آتی ہے بو کبابوں کی، کسی عاشق کادل جلا ہوگا۔ کباب میں بو وصف حسی ہے۔

قوت لامسہ

جس سے سردی، گرمی، نرمی، یا سختی کا احساس ہو جیسے:

ہو محفل احباب تو ریشم کی طرح نرم
رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

ریشم کی نرمی فولاد کی سختی کی طرح حسی ہے۔

قوت ذائقہ

جس سے کٹھا، میٹھا کڑوا کساؤ محسوس ہوتا ہے جیسے:

کتنے شیریں ہیں ترے لب کی رقیب
گالیاں کھا کے بے مزہ نہ ہوا

ان حواس کی طرح ہمارے دماغ میں حواس باطنہ بھی ہیں جو پانچ ہیں۔

قوت حافظہ

حواس خمسہ ظاہرہ کی اتاری ہوئی تصویروں کو اور عقل کے فیصلوں کو الگ الگ فائلوں میں محفوظ رکھنا اس کی ڈیوٹی ہے۔

مٹ گئے ذہن سے ہر قسم کی یادوں کے نقوش
لیکن ایک نقش جو تا عمر فراموش نہیں

Scanned by CamScanner

قوت وجدان

بھوک، پیاس، محبت، نفرت مشقت کا احساس رکھتی ہے۔

اک خلش ہوتی ہے محسوس رگ جاں کے قریب
آن پہونچے ہیں کہیں منزل جاناں کے قریب

قوت خیالیہ

نئے مکان کا نقشہ بناتے وقت زمین کی اناپ، کمرے، بر آمدے کا اندازہ یا تخمینہ کرتے ہیں تو قوت خیالیہ کام آتی ہے اس لیے انجینیر اور اسکیمر لوگ اس کی مدد سے ہر طرح کے نقشے اور خاکے تیار کرتے ہیں۔

قوت واہمہ

اچھا ہوا شباب کا موسم گذر گیا، اک جن چڑھا ہوا تھا جو سر سے اتر گیا، جن بھوت، پریت کا تصور قوت واہمہ کے ذریعہ ہوتا ہے اور اس سے ڈر یا خوشی محسوس ہونے لگتی ہے۔

قوت حس مشترک

ہر طرح کی محسوسات کو دماغ کے اندر ادھر سے ادھر کر کے عقل کے تقاضے پورے کرنا حس مشترک کا کام ہے اس کے بغیر ذہنی توازن بگڑ جاتا ہے۔

دوم وصف عقلی

آنکھ آم کا رنگ دیکھتی ہے، زبان مزہ چکھتی ہے، ناک خوشبو محسوس کرتی ہے، ہاتھ وزن اٹھاتا ہے، سماعت کھانے والوں کی تعریف یا مذمت سنتی ہے اور ہر ایک کا کام، ان کا خزانہ، ان کی تصویریں ان کا امتیاز الگ الگ رکھا جاتا ہے جو قوت ان سب کو سنبھالتی ہے پھر سب سے کام لیتی رہتی ہے یا ترمیم واضافے کرتی ہے وہ عقل ہے۔ جو خدا کے

Scanned by CamScanner

عجائبات کا نمونہ اور اس کی قدرت کاملہ کا اک کرشمہ ہے۔

مجروح لکھ رہے ہیں وہ اہلِ وفا کے نام
میں بھی کھڑا ہوا ہوں گنہگار کی طرح

یہاں لکھنا حسی ہے اہل وفا عقلی ہے، کھڑا ہونا حسی ہے گنہگار کی طرح عقلی ہے اس طرح شیر کا جھپٹنا فطری ہے اور نظری ہے مگر اس سے بہادری سمجھنا عقلی ہے اور کلی جزئی کا تصور و تصدیق دلیل ما حجت سب عقلی ہیں جن کو محسوسات کے ذریعہ عقل سمجھ لیتی ہے۔

وصف حقیقی اضافی

کبھی دو چیزوں کے ملنے یا جدا ہونے یا بچھڑ جانے سے کوئی کیفیت پیدا ہوتی ہے تو وہ حقیقی بھی ہوتی ہے وہمی بھی، مگر کسی اور کے نسبت سے پیدا ہوتی ہے تو اضافی کہلاتی ہے جیسے دوستی، دشمنی، دوری، نزدیکی کیونکہ اضافت کسی سے بھی کی جائے اس سے اک وصف بن جاوے گا جیسے آسمانی گلابی چچی، ماموں، بھانجے۔

قسم دوم وصف عرفی

عرف کی دو قسمیں ہیں: عرف عام، عرف خاص۔

عرف عام

عام بول چال کی زبان جیسے رستم اور گاما کی پہلوانی، حاتم طائی کی سخاوت، فرعون کا غرور، قارون کا خزانہ۔

عرف خاص

مخصوص اصطلاح جیسے ملاّ دوپیازہ کی حاضر جوابی، اکبر الہ آبادی کی ہزل گوئی، میر کی غزل گوئی، غالب کی شوخ بیانی، مولانا آزاد کی خطابت، گاندھی جی کی ستیہ گرہ۔

Scanned by CamScanner

سوم وصف ادعائی

عجیب بات ہے کہ کبھی وصف نہ حقیقی ہوتا ہے نہ عرفی مگر اس قدر مشہور و متعین ہوتا ہے کہ جو انکار کرے وہ جاہل ہے جیسے پروانے کا عشق، الّو کی نحوست، ہما کی برکت، شمع کے آنسو، عنقا کی گمشدگی، کوہ قاف کی پریاں۔

چہارم وصف اعتباری

ہم کبھی مخلص کو منافق، منافق کو مخلص یا دشمن کو دوست یا دوست کو دشمن سمجھ لیتے ہیں اور جب تجربہ ہوتا ہے تو ہم اس وصف کو بدل دیتے ہیں جس کا اعتبار کر لیا تھا تو قصور اس کا نہیں ہمارے اعتبار کر لینے کا ہے اور یہ ہوتا رہتا ہے۔ اس کو وصف اعتباری کہتے ہیں جیسے لومڑی کو خالہ، بلی کو موسی، چاند کو ماما، غالب کو چچا، گاندھی کو باپو، یہ سب اوصاف اعتباری ہیں اسی لیے مشہور ہے کہ قاضی کے گھر کے چوہے سیانے۔

رکن اول اور دوم مشبہ اور مشبہ بہ

تشبیہ کے دو بنیادی رکن ہیں اول مشبہ اور دوم مشبہ بہ اوصاف کے لحاظ سے ان کی چار صورتیں ہوں گی۔

(۱) دونوں حسی ہوں جیسے بچہ پھول کی طرح ہے بچہ بھی نظری ہے۔ پھول بھی نظر سے محسوس ہوتا ہے۔

(۲) دونوں عقلی ہوں، جیسے زندگی ہے مگر پرائی ہے، زندگی بھی عقلی ہے اور پرائی ہونا بھی عقلی ہے۔

(۳) اول حسی دوم عقلی جیسے اچھا ہوا شباب کا موسم گذر گیا جس میں شباب حسی اور موسم عقلی ہے۔

(۴) اول عقلی دوم حسی جیسے زندگی بلبلہ ہے پانی کا اس میں زندگی عقلی ہے اور بلبلہ حسی۔

Scanned by CamScanner

وصف لازم وعارض

دلالت التزامی کا دارو مدار اوصاف پر ہے اس لیے اوصاف کی نوعیت سمجھنا ضروری ہے وصف کا تعلق کبھی خود ذات سے ہوتا جیسے پانی کی رطوبت ذاتی ہے اور کبھی اس کی وجود سے ہوتا ہے جیسے مور کی خوبصورتی اس کے خارجی وجود سے متعلق ہے۔

(۱) وصف ذاتی لازم ہوتا ہے جیسے نبی کا انسان ہونا لازم ذاتی ہے۔

(۲) وجود کی تین قسمیں ہیں۔

(الف) وجود خارجی (ب) وجود ذہنی (ج) وجود نفسی الامری (حقیقی)۔

چونکہ وجود کے تین مقامات ہیں اس لیے ہر مقام کے لحاظ سے وصف ہوتا ہے مثلاً آگ جلاتی ہے تو اس کا وجود خارجی سے تعلق ہوتا ہے وجود ذہنی سے نہیں، اور مچھلی یا جانور کلی ہے مگر کلی کا تعلق ان کے وجود ذہنی سے ہے خارجی سے نہیں اور تین، چار کا جفت، یا طاق ہونا نفس الامری وجود کو لاحق ہے اس لیے ہر جگہ لازم ہوگا۔

وصف کی مدت

مدت کے لحاظ سے وصف وجودی تین طرح کا ہوتا ہے (۱) دائمی (۲) مستقل (۳) عارضی۔

وصف دائمی: جیسے زمین کی گردش جب سے زمین ہے اس وقت سے شروع ہے اور اس وقت تک رہے گی جب تک اس کا وجود خارجی رہے گا مگر لازم ذات نہیں کیونکہ یہ گردش ذاتی نہیں بلکہ عطائی ہے۔

وصف عارضی: یہ وصف کبھی کبھار ظاہر ہو جاتا ہے اور ختم ہو جاتا ہے جیسے غصہ، شرمندگی، رحم، جوش، شیر کا حملہ۔ تو مدت کے لحاظ سے اوصاف کی بہت قسمیں ہیں۔

فرق امتیازی: یہ اوصاف طرح طرح کے ہوتے ہیں مثلاً دشمن کا غصہ، باپ کا غصہ، ماں غصہ، داروغہ کا غصہ، استاد کا غصہ، دوست کا غصہ، قسم قسم کا ہوتا ہے اس لیے ہر ایک

Scanned by CamScanner

سے دوسرے کو تشبیہ نہیں دے سکتے، تشبیہ کے لیے اوصاف کی یکسانیت کام آتی ہے۔

ذات یا جزء یا وصف

ذات کی ایک حیثیت ہے اور وہ اس کے تمام اجزاء اور اوصاف کا مجموعی وجود ہے جیسے مور خریدا ہے، یعنی اس کی ذات۔ دوسرا وجود اس کے ہر ہر جز کا ہے جیسے مور کے پر، پیر، تاج، گردن، اور گوشت کا وجود تو یہ تمام اجزاء مختلف ہیں مگر مجموعی طور سے سب متحد ہیں تیسرا وجود ایک ایک وصف کا ہے جیسے مور کا رقص، اس کے پروں کی خوش نمائی، اس کے پیروں کی بد صورتی، اس کے آواز کی نحوست اور اس کے گوشت کی بدمزگی۔ ان سب کا الگ الگ وجود ہے اور مجموعی بھی ہے۔

رکن سوم وجہ تشبیہ

مشبہ اور مشبہ بہ کے درمیان جو مشترک چیز ہے وہ کبھی ذات ہوتی ہے یا جزءِ ذات جیسے میری مسجد تمہاری مسجد کی طرح ہے۔ یا جامع مسجد کا مینار ہماری مسجد کے مینار کی طرح ہے۔ یہاں وجہ تشبیہ مینار ہے جو جزء مسجد ہے۔

اسی طرح وہ مشترک چیز کبھی وصف ہوتی ہے جیسے وہ عورت لومڑی کی طرح چالاک ہے یہ چالاکی مشترک ہے اگر وہ مشترک چیز ذات یا جزءِ ذات ہے تو جسمانی ہے ورنہ وصفی ہے۔ اس جزء مشترک کو وجہ تشبیہ کہتے ہیں اگر وجہ تشبیہ جسمانی ہے مثلاً مینار تو اس کی شان، اس کا حسن، اس کی بلندی اور بناوٹ بھی دونوں میں مشترک ہوگی اس لیے تشبیہ دینے والا بتائے گا کہ کس وصف میں تشبیہ دی گئی ہے۔ اب اگر وجہ تشبیہ وصف ہے تو مشترک اوصاف کی تین صورتیں ہیں۔

اول واحد. دوم مثل واحد. سوم متعدد۔

وجہ تشبیہ :واحد جیسے حامد محمود کی طرح لمبا ہے تو لمبائی وجہ تشبیہ واحد ہے۔

وجہ تشبیہ مثل واحد: جیسے ہر شب شبِ برات ہے، ہر روز عید اس میں شبِ برات اور روز عید نہ واحد ہے نہ متعدد یہاں مثل واحد ہے۔

وجہ تشبیہ متعدد: ایک ہے مشبہ بہ کا متعدد ہونا اور دوسری ہے وجہ تشبیہ کا متعدد ہونا دونوں میں فرق ہے اور یہاں دوسری مراد ہے وجہ تشبیہ کو کئی پہلو سے واضح کیا جاتا ہے جیسے سجاد، امجد کی طرح عالم ہے یہ واحد ہے اور وہ کسی استاذ کی طرح علم وفن والا ہے مثل واحد ہے، تیسری شکل یہ ہے کہ مولانا آزاد کی طرح عالی دماغ ہے یا شاہ ولی اللہ کی طرح متکلم ہے۔ تو اس میں ان کے علم کے کئی پہلو مراد لیے جائیں گے ورنہ تشبیہ ناقص ہوگی اور مثل واحد یا واحد ہوگی متعدد نہیں ہوگی۔ مثلاً قرآن میں ہے اصحاب کہف ۳۰۹ برس تک پڑے سوتے رہے نہ کھانا نہ پانی نہ کپڑا مگر کروٹ دلائی جاتی تھی پھر بھی دیکھو تو اس قدر تر و تازہ اور ہشاش وبشاش کہ لگ رہا ہے کہ جاگ رہے ہیں۔ تو کسی گروہ کو تین سو برس سونے کے بعد اس حیثیت میں دیکھنا کہ گویا وہ جاگ رہے ہیں قدرت الٰہی کا معجزہ ہے اور اس میں کئی باتوں کا لحاظ کیا گیا ہے اس لیے ان کو ایقاظا وہم رقود کہنا اعجاز قرآنی نے اور یہاں وجہ تشبیہ کے متعدد پہلو ہیں مشبہ بہ کے اگر کئی پہلو ہوں گے تو مشبہ کے کسی نہ کسی پہلو کو واضح کریں گے اس لحاظ سے وجہ تشبیہ کی دو قسمیں ہوں گی (۱) متعدد (۲) مرکب۔

وجہ مشبہ متعدد

اول: وجہ تشبیہ کئی چیزیں ہوں اور سب کی سب حسی ہوں جیسے کارخانہ خراب ہو گیا، میں بھنور میں پھنس گیا، تو بھنور کی تشبیہ اس وقت صحیح ہوگی جب سامان، کاریگر، انتظام اور مالیات میں بحران پیدا ہو جائے تو اس کے متعدد پہلو سامنے رکھ کر اسے بھنور کہہ سکتے ہیں اس لئے وجہ شبہ مختلف قسم کی پریشانیاں ہونگی۔ یہاں کارخانہ اور بھنور دونوں حسی ہیں اور وجہ شبہ متعدد ہیں یعنی قسم قسم کی ہیں۔

دوم: وجہ شبہ عقلی ہو جیسے: مرزا غالب بے نیازی کی تصویر کھینچتے ہیں اور اسے فن بنادیتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

بے نیازی حد سے گزری بندہ پرور کب تلک
میں کہوں گا حال دل اور آپ فرمائیں گے کیا

اس مصرع میں ان کی لاپرواہی ان کا غرور ان کا تمسخر ان کی مسکینیت اور عرض حال کی تمنا اور ناکامی کے تمام پہلو موجود ہیں جو وجہ شبہ کی حیثیت سے جھلکتے ہیں۔

سوم: طرفین دونوں طرح کے ہوں حسی بھی، عقلی بھی، اس لئے جگر مراد آبادی کی سرگزشت ملاحظ ہو۔

یہ عشق نہیں آساں بس اتنا سمجھ لیجئے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

اس میں عشق وجہ شبہ ہے عقلی ہے، آگ کا دریا مشبہ بہ ہے اور وہمی ہے ایسے دریا میں کود جانا، تیرنا اور سلامت واپس جانے کا کارنامہ دکھانا سب عقلی بھی ہیں، حسی بھی، وہمی بھی، اس طرح وجہ شبہ اپنے مشبہ کے تمام پہلوؤں کو سمیٹ لیتا ہے لہٰذا متعدد ہے۔

وجہ متعدد مرکب

اگر کئی مشبہ بہ ہیں مگر مشبہ ایک ہے تو اس کی چند صورتیں ہیں۔

اول

حسن یوسف، دمِ عیسیٰ ید بیضا داری آنچہ خوباں، ہمہ دارند تو تنہا داری

ممدوح کی ذات گرامی میں حسن کے کئی پہلو ہیں اور ہر پہلو کے لئے الگ الگ مشبہ بہ لایا گیا ہے تو اجتماعی طور پر ایسی نادر شخصیت بہت قابل قدر ہوگی۔ یہاں مشبہ بہ متعدد ہیں مگر وجہ شبہ مرکب ہے کہ اجتماعی شکل کا ہر پہلو قابل مبارک باد ہے۔

دوم جگر کہتے ہیں۔

بے کیف زندگی ہے جئے جارہا ہوں میں خالی ہے شیشہ اور پئے جارہا ہوں میں

Scanned by CamScanner

مشبہ زندگی ہے مگر اس میں بے کیفی ہے۔ پھر بھی جینا ہے تو ان تینوں عناصر کا مجموعہ مشبہ ہے جو مرکب عقلی ہے اور دوسرا مصرع مشبہ بہ ہے جس میں شیشہ ہے خالی ہے شراب کی عادت جوش پر ہے تو آدمی دھن میں شیشے ہی کو چوستا جارہا ہے یہ بے کیفی کی شاندار تشبیہ ہے اس میں دونوں ارکان مرکب ہیں اور وجہ تشبیہ بھی مرکب ہے جو عقلی بھی حسی بھی ہے اور فطری بھی ہے۔

سوم مشبہ مفرد حسی اور مشبہ بہ مرکب حسی ہے اور وجہ شبہ بھی مرکب ہے جیسے علامہ اقبال ہلال عید کے بارے میں کہتے ہیں۔

چرخ نے بالی چرالی ہے عروسِ شام کی

اس میں چرخ فطری ہے بالی چرانا حسی ہے اور عروس شام عقلی ہے۔ وجہ شبہ تو عقلی ہے ہی مگر مفرد کی شاندار تشبیہ مرکب ہے۔

تضاد

کبھی وجہ شبہ متضاد بھی ہوتی ہے اس کی کئی صورتیں ہیں۔

بھائی جیسا دوست نہ بھائی جیسا دشمن۔ مشبہ ایک ہے۔ مشبہ بہ دو متضاد چیزیں ہیں اور دونوں عقلی ہیں وجہ مشبہ متعدد بھی ہے مرکب بھی، متضاد بھی۔

دوم کٹھا میٹھا، الٹا سیدھا

فراق یار میں گھل گھل کے ہوگئے ہاتھی

ویسے تو گھل گھل کر کانٹا ہوتا ہے مگر یہاں ہزل مکمل نہ ہوتی اس وجہ سے ہاتھی سے تشبیہ دے کر لطف پیدا کر دیا۔ ہزل کا ایک اور دلچسپ پہلو یہ ہے کہ بخیل کو حاتم کالی عورت کو اجالے کی اماں کہہ کر کسی کے اندرونی تضاد کو اتنا واضح کر دیا جاتا ہے کہ وہی اس کا لقب یا نام ہو جاتا ہے جیسے حاجی لق لق، ملا دو پیازہ اور ستر چوہے کھا کے خالہ چلیں حج کو اس طرح کی تشبیہات عجیب و غریب بھی ہیں موثر بھی اور دلچسپ بھی۔

Scanned by CamScanner

وجہ شبہ کے اصول

(ا) اگر مشبہ اور مشبہ بہ دونوں کلی ہوں گے تو وجہ شبہ بھی کلی ہو گی اور لازمی طور سے اس کا وجود ذہنی ہو گا خارجی نہیں ہو سکتا۔

(۲) اگر دونوں رکن جزئی ہوں گے تو وجہ مشبہ بھی جزئی ہو گی خواہ ذہنی ہو یا خارجی مثلاً میرا بیٹا تمہارے بھائی کی طرح ہے۔دونوں جزئی ہیں مگر وجہ شبہ عقلی ہے یعنی خوش خلقی اور میرا مینار تمہارے مینار کی طرح ھے یعنی بلندی یا بناوٹ میں تو وجہ مشبہ بھی خارجی ہے طرفین بھی خارجی مگر خوشنمائی مراد ہو تو وجہ مشبہ عقلی ہو گی۔

وجہ شبہ کی شناخت

ایک ہی چیز ہے مگر اس کی صفات بہت ہیں یا حالات یا اجزاء طرح طرح کے ہیں تو سوال یہ ہے کہ کس صفت یا حال یا جزء کو سامنے رکھ کر تشبیہ دی گئی ہے پھر اسی طرح کی وجہ شبہ بھی ایسی نکالنی ہو گی جو متکلم کی منشاء پوری کر سکے جیسے:

(الف) کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے

یہاں بہادری کو داد دی ہے اور حضرت حسینؓ کا شاندار معرکہ پیش نظر ہے۔

(ب) ان هم الا کا لانعام۔اہل کفر اور اہل شرک کو انعام (جانور) سے مشابہت دی گئی ہے کیونکہ ان لوگوں میں لاپرواہی، بدمستی اور بے رخی جانوروں جیسی تھی یہاں یہود کے حالات پیش نظر ہیں۔

(ج) کانهم حمر مستنفرة فرت من قسورة اس میں مرکب تشبیہ لائی گئی ہے اور مشبہ کے قابل مذمت حالات کا نقشہ کھینچ دی گیا ہے، پہلے حمر کہہ کر مذمت کی گئی ہے پھر اجتماعی کمزوریوں کی اجتماعی تشبیہ دی گئی ہے۔

(د) ان تاخذه یلهث او تترکه یلهث مشبہ یہود ہیں اور جاہل نہیں عالم ہیں مگر بے فیض اور کم ہمت تو ان کا نکما پن نمایاں کر کے انہیں کلب (کتا) کہہ کر سخت اظہار نفرت

Scanned by CamScanner

کیا گیا ہے اور اہل قرآن سے کہا گیا ہے تاکہ وہ ان کے نقش قدم پر نہ چلیں یہ بھی مرکب وجہ شبہ ہے۔

(ہ) **کالذی یتخبطه الشیطان من المس** یہ تشبیہ مرکب ہے سود خوار کو آسیب زدہ سے تشبیہ دی گئی ہے گویا آسیب کی وجہ سے اس کی مرہوم صورت ہے سود خوار کا انجام بھی وہی ہوگا(میں نے اپنے سود خوار پر دھان کو اس طرح لڑکھڑاتے ہوئے دیکھا ہے خبط الحواسی میں)اگرچہ وہ عالم آخرت کی تشبیہ ہے۔

تومشبہ سے جو وجہ شبہ سمجھ میں آتی ہے وہ کہیں کوئی کیفیت کہیں افرادی حال کہیں اجتماعی احوال کہیں قومی حالات ہوتے ہیں اگر جسمانی کیفیت سامنے ہوتی ہے تووجہ تشبیہ اسی ترکیب یا نقشے کے مطابق نکالنی پڑتی ہے تاکہ متکلم کی منشاء واضح ہوسکے دوسرا پہلو زید **کالاسد** یا **کالجمل** یا **کاالعدو** یا **کالاخ** یا **کاالکلاب** یا **کالاعرج** یا **کالاعمیٰ** یا **کاالشاعر** یا **کاالسیف** کہتے ہیں تو ظاہر ہے کہ ہر تشبیہ سے زید کا کوئی خاص پہلو مراد ہے جسے واقع کرنا اس وجہ سے ضروری ہے کہ اس کے بغیر وجہ شبہ مکمل نہیں ہوسکتی اور جب وجہ شبہ مکمل نہیں ہوگی تو کلام مہمل ہوگا اس لئے **هو کاالجمل فی الطول** کہا جائے تو صحیح ہے مگر **کاالجمل فی العقل** کہیں گے تو مہمل ہوگا اس طرح **کاالعدو فی الحرب** کہنا تو صحیح ہے لیکن **کالاخ فی الحرب** غلط ہوگا کیونکہ ہر ایک کی وجہ شبہ مختلف ہوتی ہے۔

(۱) تشبیہ المفرد بالمفرد۔

جیسے: موتی کی طرح دانت، خون کی طرح آنسو، الو کی طرح نوکر۔

(۲) المفرد بالمقید۔

جیسے: ہر روز، روز عید ہے۔ ہر شب، شب برات۔

(۳) المرکب بالمرکب۔

جگر فرماتے ہیں:

Scanned by CamScanner

اک بے وفا سے راہ کئے جارہا ہوں میں
کتنا حسیں گناہ کئے جارہا ہوں میں

ترکیب بالترکیب۔ مرکب لانے کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) آپ متعدد میں سے اگر کچھ حذف کردیں تب بھی نفس تشبیہ مکمل رہے گی۔

(۲) آپ اس میں سے ایک لفظ بھی حذف نہیں کر سکتے جیسے:

یہ عشق نہیں آساں بس اتنا سمجھ لیجئے
اک آگ کا دریا ہے اور ڈوب کے جانا ہے

اگر آپ آگ دریا اور ڈوب کے جانا ان میں سے کسی ایک جزء کو بھی چھوڑ دیں گے تو تشبیہ کی جان ہی نکل جاوے گی مگر بعض جگہ کچھ فرق نہیں پڑتا، مثلاً دنیاداری کی خدا نے مثال دی ہے انما الحياة الدنيا لهو ولعب و زينة وتفاخر وتكاثر في الاحوال والاولاد اب اگر آپ ایک لفظ چھوڑ دیں تو بھی تشبیہ مکمل رہے گی کچھ بڑھا دیں تب بھی فرق نہیں ہوگا لیکن حضور ﷺ نے مومن سے مومن کے گہرے تعلقات کی تشبیہ دی ہے المؤمنون كالجسد الواحد اذا شكت عضو منه تداعى سائر الاعضاء بالسهر والحى اس میں سے ایک لفظ بھی چھوٹ جائے گا تو باہمی روابط کی تشبیہ نامکمل رہ جائے گی۔

(۱) مفرد کے لئے مرکب:۔ جگر فرماتے ہیں۔

حسن سراپا جذب و گریز عشق مجسم حسن طلب

اور اگر غالب کو چھیڑ دیجئے تو ذلی کی تشبیہات میں زمین آسمان کے قلابے ملادئے ہیں اور چھ سات قسم کی تشبیہات ایجاد کردی ہیں۔ اور سب مرکب ہیں۔

خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا لکھئے ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے

اگر طرفین متعدد ہوں گے تو اس کی دو صورتیں ہوں گی۔

مقرون یا مفروق یعنی ساتھ ساتھ یا الگ الگ۔

Scanned by CamScanner

وجہ تشبیہ کا ذکر وحذف

تشبیہ کامل یہ ہے کہ وجہ تشبیہ کا ذکر ہو مگر اس سے بڑا کمال یہ ہے کہ وجہ تشبیہ کا ذکر نہ ہو پھر بھی آسانی یا شہرت کی وجہ سے سمجھ میں آجائے اس لئے اس کی کئی قسمیں ہیں:(۱) تمثیل (۲) غیر تمثیل (۳) مجمل (۴) مفصل۔

تمثیل

اس میں مشبہ کا ذکر ہونا ضروری ہے دوسرے یہ کہ کئی چیزوں سے ذکر تشبیہ دی گئی ہو یہ اور بات ہے کہ جو تشبیہ کئی چیزوں سے مل کر بنی ہو گی وہ حقیقی نہیں ہو گی، بلکہ اعتباری ہو گی۔ اس لئے اس کو تمثیل کہتے ہیں جیسے: نکلتے سورج کو غالب نے کہا۔

اک نگار آتشیں رخ سر کھلا

غیر تمثیل

اگر تشبیہ میں حقیقی وصف اور وجہ تشبیہ بھی مذکور نہ ہو تو یہ استعارہ بن جائے گا جو شہرت یا تجربہ کی وجہ سے جلد سمجھ میں آجائے گا۔ جیسے: کتنا برق رفتار ہے، یہاں ایک چاند کا ٹکڑا رہتا ہے۔

مجمل

اگر وجہ تشبیہ لفظوں میں صاف طور پر مذکور نہ ہو تو اسے مجمل کہتے ہیں۔

چرخ نے بالی چرالی ہے عروس شام کی۔

مفصل

اگر وجہ مشبہ تفصیل سے لفظوں میں مذکور ہو تو اس سے تشبیہ تام ہو جاتی ہے جیسے لومڑی کی طرح چالاک عورت ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) قریب (۲) بعید۔

وجہ تشبیہ مشبہ بہ کی شہرت یا تجربہ یا آسانی کی وجہ سے یا کسی اشارہ سے جلد سمجھ میں آجائے تو قریب ہے ورنہ بعید۔

Scanned by CamScanner

قریب

طرفین میں اتنی مناسبت ہے کہ ایک کے ذکر سے دوسرے کا تصور خود بخود قائم ہو جاتا ہے جیسے ہمارے پیر مرشد فرشتہ ہیں مگر ان کا خادم شیطان ہے تو فرشتے کی نیکی اور شیطان کی برائی بالکل نمایاں اور واضح ہے اس لئے قریب ہے۔

بعید

مشبہ بہ ایسی عام یا مشہور چیز نہ ہو کہ ذہن میں آسانی سے آجائے تو بعید ہے جیسے زلف کو ناگن کہتے ہیں۔اور آنکھ کو نرگس تو اسے سمجھنے کے لئے شاعر ہونا چاہئے کیونکہ یہ عام فہم نہیں ہے۔

مشبہ بہ کو اپنے وصف میں کامل یا مشہور ہونا ضروری ہے ورنہ اگر وصف میں کمی ہے یا اس کی شہرت نہیں تو خود تشبیہ نامکمل اور ناقص ہو گی اس لئے تشبیہ کی دو قسمیں ہیں:(ا) مقبول (۲) مردود۔

مقبول

مشبہ بہ اپنے وصف میں ہماری غرض اور مقصود کے لئے کامل یا مشہور ہے تو مقبول ہے جیسے بہادری کے لئے شیر، موت کے لئے زہر، پریشانی کے لئے دشمن، طاقت کے لئے ہاتھی، عقل مند کے لئے لقمان، مشہور یا کامل ہیں۔

مردود

مشبہ بہ کا وصف ہماری غرض پوری نہیں کرتا کیونکہ وصف کمزور ہے یا مشہور نہیں ہے یا کامل نہیں یا غرض کے مطابق وصف ہی نہیں ہے تو مردود ہے جیسے الو کی طرح چالاک، حاتم کی طرح پہلوان، سانپ کی طرح معصوم، آم کی طرح لمبا کہنا مردود ہے لیکن سیب کی طرح خوبصورت آم کی طرح میٹھا کہنا مقبول ہے۔

Scanned by CamScanner

عام فہم وجہ تشبیہ

وجہ تشبیہ کے عام فہم یا قریب الفہم ہونے کے اسباب چار ہیں۔

سبب اول

وجہ تشبیہ واحد ہو مرکب نہ ہو جیسے قارون کی طرح بخیل۔

سبب دوم

اگر وجہ تشبیہ واحد نہ ہو تو بہت زیادہ تفصیل بھی نہ ہو، ورنہ پیچیدہ ہو جاوے گی اور لوگ فوراً سمجھ نہیں سکیں گے۔ یا کبھی مشبہ اور مشبہ بہ میں مناسبت کی وجہ سے بھی وجہ تشبیہ آسان ہو جاتی ہے جیسے غالب۔

عشق آسان نہیں ہے وہ آتش غالب　　　　که لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بجھے

سبب سوم

تجربہ کی تکرار یا مشبہ بہ کے عام فہم ہونے سے وجہ مشبہ سمجھ میں آجاتی ہو۔

یہ تیلی کے بیلوں سے کچھ کم نہیں　　　　پھرے رات دن اور جہاں کے وہیں

سبب چهارم

بعض چیزیں اپنی عوامی شہرت کی وجہ سے عام ہو جاتی ہیں جیسے حاتم کی سخاوت، فرعون کا تکبر، شاہ جہاں کا تاج محل۔

تشبیہ بعید کے اسباب

اگر وجہ تشبیہ زیادہ غور و خوض کے بعد سمجھ میں آئے تو اس کے بہت سے اسباب ہوتے ہیں مثلاً:

سبب اول

مشبہ بہ مرکب ہے اور تشبیہ میں تفصیل بھی ہے تو عوام کا کیا خواص بھی مشکل

Scanned by CamScanner

سے سمجھ پاتے ہیں۔ جیسے جوش نے ۱۸۵۷ء کی انگریزی غارت گری کو لکھنوی تشبیہ سے بیان کیا ہے۔

لوٹتے پھرتے تھے جب تم کارواں در کارواں
سر برہنہ پھر رہی تھی دولت ہندوستان

آج سر برہنہ ہونا عیب نہیں ہے مگر ۱۸۵۷ء کے لکھنؤ میں عورت کے لئے سر برہنہ پھرنا عیب ہی نہیں، سراسیمگی میں پاگل پن کی علامت تھی۔ اس وقت انگریزی غارت گری سے سخت سراسیمگی کا عالم طاری تھا۔

سبب دوم

مشبہ بہ نادر الوجود ہو جیسے مخفی کا شعر ہے:

درابلق کسے کم دیدہ موجود مگر اشک بتانِ سرمہ آلود

سبب سوم

مشبہ بہ خیالی ہو جیسے: کَمَثَلِ جَنَّةٍ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَتَرْكُهُ صَلْدًا. اس کے لئے ہر پہلو کا احاطہ کرنا سب کے بس کی بات نہیں۔

سبب چهارم

مشبہ بہ وہمی ہو یا عقلی ہو کَمَثَلِ الَّذِیْ اِسْتَوْقَدَ نَاراً فَلَمَّا اَضَاءَ تْ مَا حَوْلَهُ ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِیْ ظُلُمَاتٍ۔

سبب پنجم

مشبہ بہ کا تجربہ لوگوں کو کم ہو۔

ساغر بکف گرے تو سنبھلنا نہ چاہئے

اس حادثے کو ایک شرابی ہی اچھی طرح سمجھ سکتا ہے۔

Scanned by CamScanner

سبب ششم

بات بہت معمولی ہوتی ہے مگر کہنے والا اسے انوکھی بنا کر پیش کرتا ہے تو لوگ منہ دیکھتے رہ جاتے ہیں چنانچہ لوگ آدمی کو سورج سے تشبیہ دیتے ہیں تو شمس و قمر کہتے ہیں اور غالب صاحب سورج کو آدمی سے تشبیہ دے گئے ہیں۔

صبح آیا جانب مشرق نظر اک نگار آتشیں رخ سر کھلا

رکن چہارم حروف تشبیہ

مشبہ بہ کا وصف مشبہ تک پہونچانا تشبیہ کا ایک اہم کام ہے اس کے لئے حروف بھی ہیں، اسم اور فعل بھی۔

حروف

جیسے، تیسے، ویسے، تم سا، تم سی، مثل، طرح، جیسی روح ویسے فرشتے۔

ہماری طرح بے زبان اور بھی ہیں تمہاری طرح مہرباں اور بھی ہیں

یہ حروف ہر زبان میں الگ الگ ہیں۔

تشبیہ کے لئے حروف کو استعمال کرنے یا نہ کرنے کی دو صورتیں ہیں:

(الف) مرسل (ب) موکد۔

مرسل:

اگر حروف سے مدد لی گئی ہو تو مرسل جیسے ہرن کی طرح صراحی دار گردن۔

موکد

اگر حروف کی مدد نہیں لی گئی ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں: (۱) حذف (۲) اضافت۔

Scanned by CamScanner

حذف

اس کی کئی قسمیں ہیں:

اول مشبہ بہ کو خبر بنادیں تو حرف کو لائے بغیر تشبیہ کا کام چل جاتا ہے جیسے: الجانب، المغربی۔

دوم اگر مشبہ بہ فاعل یا مفعول ہو جائے تو حرف کی ضرورت ہی نہیں رہتی جیسے: **قائم الاسد یعنی مثل الاسد قائم۔**

سوم مبتدا مفرد ہو اور خبر مرکب اضافی جیسے ہر روز، روز عید ہے۔ ہر شب، شب برات۔

چہارم مبتدا اور خبر دونوں اضافی ہوں جیسے: میرا بیٹا عید کا چاند ہے۔

پنجم فعل فاعل کی شکل میں مشبہ نظر آئے جیسے: قام الاسد.

ششم اگر ضرب المثل بن جائے تو بھی محذوف مان لیتے ہیں جیسے: سیاں بھئے کوتوال۔

تنبیہ نمبر (۱) اور نمبر (۲) کو استعارہ سمجھئے تو حرف تشبیہ کی ضرورت نہیں اور اگر تشبیہ سمجھیں تو حرف مان سکتے ہیں باقی مقاموں کو استعارہ بنانا آسان ہے تو تشبیہ باقی رہے گی اور حرف تشبیہ خود بخود حذف ہو جائے گا۔

اضافت اگر مشبہ بہ کو خود مشبہ سے مضاف کر دیتے ہیں تو حرف تشبیہ کی ضرورت ہی نہیں رہتی جیسے غزال چشم شوخی کر رہے ہیں۔

معیار تشبیہ

(۱) تشبیہ جس قدر مرکب ہو گی وجہ تشبیہ اسی قدر نازک اور باریک ہو گی۔

Scanned by CamScanner

(۲) اگر مشبہ کو ممکن ہونا ثابت کرنا ہے تو مشبہ بہ کا بہت مشہور ہونا لازم ہو گا یا جہاں تشبیہ دی گئی ہو وہاں کے سبھی لوگ اس سے واقف ہوں۔

(۳) مشبہ میں کسی وصف کی زیادتی ظاہر ہوئی تو مشبہ بہ میں اس کی زیادتی مسلم ہو گی جیسے: قرآن کہتا ہے لَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلاً، طول اور حجم کے لئے پہاڑ کی اونچائی اور حجم مسلم ہیں، اسی طرح پانی کی زیادتی کے لئے سمندر اور بیوقوفی کی زیادتی کے لئے گدھا مسلم ہے۔

(۴) یا بہت عام چیز ہو تو کام چل جائے گا جیسے مٹھاس کی زیادتی کے لئے شکر اور کڑواہٹ کے لئے مرچا۔

(۵) کسی کی خوشنمائی یا بدنمائی کے لئے کسی کی مثال دینی ہو تو مشبہ بہ کا ویسا ہونا ضروری ہے جس کی خوشنمائی مسلم ہو جیسے خوبصورتی کے لئے حور یا پری، بدصورتی کے لئے چڑیل یا ڈائن، حدیث میں ہے کانك شیطان.

(۶) اگر مشبہ بہ ناقص ہے تو کسی ناقص سے مشبہ کی وضاحت نہیں ہو سکتی بلکہ کوئی کامل یا اکمل لانا ضروری ہو گا۔ ورنہ مساوی سے وضاحت کیسی، اس لئے نوکر کی بیوقوفی کے لئے گدھا کہنا پڑتا ہے بیل سے بیوقوفی ظاہر نہیں ہو گی کیونکہ وہ محنت کے لئے مشہور ہے۔

(۷) مشبہ کی کسی صفت یا حالات کو ذہن نشیں کرانا ہو تو اس کے لئے مشبہ بہ کا اس امر میں مخصوص یا مشہور ہونا ضروری ہو گا۔

اصول تشبیہ

تشبیہ کے چار طریقے ہیں مگر یہ ضروری ہے کہ مشبہ بہ کسی مشبہ سے نہ کم ہو نہ برابر، بلکہ زائد ہو، یا اکمل، یا بہت مشہور۔

Scanned by CamScanner

اول صورت کی تشبیہ صورت سے مثلاً: وتکون الجبال کالعھن.

دوم معنی کے معنی سے جیسے :شجاعة زید کشجاعة اسد.

سوم صورت کی معنی سے مثلاً كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَاراً

چہارم معنی کی صورت سے مثلاً اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَعْمَالُهُمْ كَسَرَابٍ بِقِيْعَةٍ

تشبیہ اور تشابہ

ایک ہی وصف میں اگر آپ ایک چیز کو دوسری چیز سے گھٹانا یا بڑھانا چاہتے ہیں تو تشبیہ لائے جیسے کدھر سے چاند نکل آیا، لیکن اگر دو چیزوں میں کوئی وصف برابر ہے اور آپ اس کا اظہار کرنا چاہتے ہیں تو تشابہ ہوگا جیسے: بھائی جیسا دوست نہ بھائی جیسا دشمن۔

ما و مجنوں ہم سبق بودیم در دیوان عشق او بصحرا رفت و من در کوچہار سوا شدم

دونوں میں دیوانگی ہے دونوں اپنی اپنی دیوانگی کا اظہار کر رہے ہیں اور الگ الگ راستوں سے کر رہے ہیں اس کا نام تشابہ ہے۔

رکن پنجم غرض تشبیہ

مولانا آزاد انتقال فرما گئے یہ ایک خبر ہے مگر علم و فضل کا سورج ڈوب گیا یہ خبر بھی ہے، اس خبر کا ماتم بھی ہے، اور شدت احساس کا مظاہرہ بھی ہے، اور یہ صرف خبر سے ممکن نہیں اس لئے کسی بات کی وضاحت کرنا اسے بیان کرنا اس میں اپنے احساسات کو شامل کرنا تشبیہ کا سب سے بڑا کارنامہ ہے اور یہی غرض تشبیہ کہلاتی ہے۔ اغراض تشبیہ کئی طرح کی ہوتی ہیں۔

غرض اول

مشبہ کے حسن یا خرابی کو واضح کرنا جیسے بچہ پھول ہے اس سے خوبصورتی واضح

Scanned by CamScanner

ہو گئی، بات کانٹے کی طرح چبھ گئی، اس کا تکلیف دہ ہونا کھل گیا۔

غرض دوم

مشبہ کے حسن یا قباحت کو بہت زیادہ نمایاں کرنا جیسے دلہن خوبصورت ہے تو یہ ایک خبر ہے اور یہ کہنا کہ پری آ گئی دلچسپ تشبیہ ہے مگر حور اتر آئی اس سے وہ تشبیہ اور زیادہ دلچسپ ہو گئی۔ اسی طرح نوکرانی بد شکل ہے ایک واقعہ ہے۔ مگر چڑیل ہے تشبیہ بھی ہے اور بد شکلی کو بیان بھی کرتی ہے۔ مگر ڈائن کہدو تو گھِن آنے لگتی ہے استغفر اللہ یہ ہے تشبیہ کا کارنامہ جو کوئی دوسرا انجام نہیں دے سکتا۔

غرض سوم

کسی وصف کو سننے والوں کے ذہن نشیں کر دینا جیسے سعدیؒ کہہ رہے ہیں۔

اے طبل بلند بانگ در باطن ہیچ

اک طرف بلند بانگی ہے تو دوسری طرف اس کے کھوکھلے پن کا لفظ در باطن ہیچ سے اظہار ہے اس سے کھوکھلا پن اور واضح ہو گیا اور بلند بانگی کا ڈھونگ ختم ہو گیا۔

دل آ گیا تم پر دل ہی تو ہے　　تڑپے کیوں نہ بسمل ہی تو ہے

تڑپنا وجہ تشبیہ ہے مگر تڑپے کیوں نہ سوال کر کے بسمل ہی تو ہے جواب دے کر نہ صرف تشبیہ مکمل ہو گئی بلکہ تڑپنا مصور ہو گیا اور خوب ذہن نشیں ہو گیا۔ یہ تینوں کام اغراض تشبیہ میں سب سے اہم ہیں پھر اور بھی اغراض ہیں مثلاً

غرض چہارم

ایک ناممکن بات کو تشبیہ کی چرب زبانی سے ممکن بنا کر دکھا دیا جیسے۔

آئینہ بھی یہ سمجھتا ہے کہ معشوق ہے تو　　تیری تصویر کو سینے سے لگا رکھا ہے

کسی کی تصویر کو سینے سے لگا رکھنا عشق کا سب سے بڑا ثبوت ہے اس لئے یہ کہنا کہ آئینہ بھی تم پر عاشق ہے۔ کیا اس میں کوئی انکار کی گنجائش؟ یہ ہے جلیل نانگ پوری کا فن۔

Scanned by CamScanner

تشبیہ کا معمولی کام ہے کسی معقول بات کو محسوس بنا کر پیش کر دینا۔اور اسے باور کرا دینا۔ مگر کبھی کبھی یہی کام حیرت ناک ہو جاتا ہے سنئے سہیل کہتے ہیں۔

حضور اس طرح گذرے گنبد مینائے گردوں سے
نظر جس طرح شیشے سے گزر جائے بآسانی

لوگ حیران ہیں کہ حضور ﷺ شب معراج میں عرش تک کس طرح گذر گئے سہیل کہتے ہیں کہ روزانہ ہی ہماری نگاہ شیشے کے اس پار گذر جاتی ہے اسی طرح وہ بھی چلے گئے سبحان اللہ۔

غرض پنجم

تشبیہ کے ذریعہ ایک نادر توجیہ بیان کر دینا جلیل کہتے ہیں۔

آنکھوں میں کون آ کے الٰہی نکل گیا
جس کی تلاش میں میرے اشک رواں چلے

آنسو نکلے چلے جاتے ہیں۔کہاں جائیں گے۔ جلیل کہتے کہ ان کی تلاش میں جاتے ہیں جو ابھی میری آنکھوں سے نکل کر جا رہے ہیں۔بے اختیار رونے کی کتنی حسین توجیہ ہے۔

غرض ششم

کبھی لوگ گپ لڑاتے ہیں اور محسوس نہیں کرتے، تو اس سے بڑی گپ مار کر انھیں چپ کر دیتے ہیں اور یہ سب تشبیہات سے ہو تا رہتا ہے۔

چنانچہ کسی کو جب ہم ٹوک دیتے ہیں کہ کیا زمین آسمان کے قلابے ملاتے ہو تو وہ خاموش ہو جاتا ہے تو یہاں لوہے سے لوہا کٹ گیا۔

غرض ہفتم

بات معمولی تھی مگر تشبیہ نے روح پھونک دی تو لوگ داد پر داد دیئے جاتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

بہ بیں کرامت بت خانہ مرا اسے شیخ   کہ چوں خراب شود خانہ خدا گردد

تنبیہ

اغراض کی پہلی تینوں قسموں میں تشبیہ مفرد اور تشبیہ مرکب دونوں کام آتی ہیں۔ لیکن چوتھی، پانچویں میں تشبیہ مرکب ضروری ہے اسی طرح پہلی، دوسری اور تیسری تشبیہ اپنا کام اسی وقت مکمل کرے گی جب ان کا مشبہ بہ اپنے وصف میں کامل اور واضح ہو۔

مقاصد تشبیہ

تشبیہ کا کام ہے مشبہ کی حیثیت بڑھانا یا تعارف کرنا، اس کی کمی زیادتی کو نمایاں کرنا اسی مقصد کے مطابق مشبہ لانا ضروری ہوتا ہے۔ لیکن کبھی کبھی مشبہ بہ خود مقصود ہو جاتا ہے۔ تو اس کی دو صورتیں رائج ہیں: اول مطلوب، دوم مقلوب۔

مطلوب

سورج اپنی روشنی، نورانیت، عظمت اور نمائش کے لئے مشہور ہے مگر ساحر لدھیانوی اپنی شوخ مزاجی اور کھنڈرے پن کی وجہ سے کہتے ہیں کہ سورج نہیں طلوع ہو رہا ہے فرشتے فٹ بال کھیل رہے ہیں۔

اللہ کا فٹ بال فرشتوں نے اچھالا

تو ساحر نے مشبہ بہ کو مشبہ بنا کر اس کی گولائی اس کی نیچے سے اوپر کی طرف جاتے ہوئے اس حرکت کو سامنے رکھ کر ایک تفریحی تشبیہ پیدا کر دی ہے۔

مقلوب

حور اپنے حسن کے لئے، چڑیل بدصورتی کے لئے، پہاڑ مضبوطی کے لئے، شیر بہادری کے لئے مشہور ہیں اسی طرح سورج روشنی کے لئے، رات تاریکی کے لئے، جنگل اداسی کے لئے بولے سمجھے جاتے ہیں، مگر غالب کی الٹی تشبیہ کس

قدر پرلطف ہے کے ویرانی کی تصویر کھینچ آتی ہے۔

کوئی ویرانی سی ویرانی ہے   دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

واہ رے گھر کی ویرانی۔

اُگ رہا ہے درودیوار پہ سبزہ غالب
ہم بیاباں میں ہیں اور گھر میں بہار آتی ہے

درودیوار پر سبزہ اُگ آنا گھر کی تباہی، ویرانی اور کسمپرسی کی علامت تھی۔ مگر غالب کہتے ہیں: بہاراں اسی کا نام ہے اس شوخ مزاجی کا کوئی ٹھکانہ ہے۔

☆☆☆

مولانا اعجاز احمد اعظمی لائبریری پچھرا ا بجریا کوٹ ضلع مئو اتر پردیش

Scanned by CamScanner

باب دوم

استعارہ

دو چیزوں میں کسی وصف مشترک کو نمایاں کرنے کی دو صورتیں ہیں اول تشبیہ دوم استعارہ۔

اگر دو چیزوں کی مشابہت ظاہر کردو تو تشبیہ اور اگر مشبہ یا مشبہ بہ کو حذف کردیا ہے جب بھی مشبہ سمجھ میں آجائے تو استعارہ جیسے فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّأْكُوْلٍ، تشبیہ ہے اور من الظلمات الی النور استعارہ ہے ایک سے کفر دوسرے سے ایمان مراد ہے ریاض خیر آبادی کہتا ہے۔

میں چلا شراب خانے جہاں کوئی غم نہیں ہے
جسے دیکھنی ہو جنت مرے ساتھ ساتھ آئے

دوسرا مصرع استعارہ کا ہے یعنی شراب خانہ جنت کی طرح آرام دہ پُر سکون اور خوبصورت ہے۔

فرق وامتیاز

تشبہ میں دونوں جزء بھی ہوتے ہیں اور ان کا مشترک وصف بھی مذکور ہوتا ہے جیسے بچہ پھول کی طرح خوبصورت ہے لیکن اگر کہئے کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے، تو کسی جنرل کا استعارہ ہے اور شیر مشبہ ہے محذوف ہے وجہ شبہ بھی حذف ہے پھر بھی رن کانپ رہا ہے یہ بتلا رہا ہے کہ کوئی بہادر جنرل آرہا ہے اس طرح اس کے اک وصف نے مشبہ کا پتہ دیا ہے تو شیر ملزوم ہے بہادری لازم ہے اس لئے بہادر آدمی مراد لینا ملزوم بول کر لازم مراد لینا ہے یا اس کے برعکس یہ دونوں صورتیں رائج ہیں۔ خواہ تشبیہ ظاہر ہو یا نہ ہو۔

Scanned by CamScanner

اصول

استعارہ کادارومدار، مجاز پر ہے اور مجاز لفظی دلالت التزامی سے ہوتا ہے اس لئے شیر کے مجازی معنی بہادر، حاتم کے مجازی معنی سخاوت اور پروانہ کے مجازی معنی عاشق زار مراد لیتے ہیں تو بولتے ہیں ملزوم اور مراد لیتے ہیں لازم اور اس لزوم کی وجہ عقلی ہو گی یا عرفی یا اوعائی۔ جیسے پروانے کی عاشقی شاعرانہ ادعا ہے اگرچہ خوب ہے مگر حقیقت نہیں ہے۔

حقیقت اور مجاز

لفظ کو استعمال کرنے کی دو صورتیں ہیں (۱) حقیقی معنی (۲) غیر حقیقی یعنی مجازی معنی، تو حقیقی معانی چار طرح کے ہوتے ہیں۔ لغوی، عرفی، شرعی، اصطلاحی۔ پھر ان کے مقابل جو مجاز ہیں اس کی دو قسمیں ہیں مفرد اور مرکب، مجاز مفرد کی بھی چاروں قسمیں رائج ہیں:

لغوی

جیسے پھول کے معنی گلاب اور خوبصورت، شیر کے معنی جنگل کا بادشاہ اور بہت بہادر۔

عرفی

رستم یعنی پہلوان، قارون یعنی مغرور مالدار، حاتم یعنی سخی۔

شرعی

زکوۃ یعنی خاص مالی حق اور صلوۃ یعنی حق بندگی کا مخصوص انداز۔

اصطلاحی

استاد، اسکول، مدرسہ، نصاب، تربیت نقشے خاکے سب مدرسہ کی اصطلاح ہیں اور

Scanned by CamScanner

ہر فن کی اصطلاح دوسرے فن سے الگ ہو گی، مگر جب اس اصطلاح سے بلند ہو کر عام معنی میں استعمال ہو گا تو مجاز ہو گا جیسے خسرو نے کہا تھا کہ شعر مرا بمدرسہ کہ برد؟ مجاز مراد ہے۔ یعنی کوئی علمی جگہ جو ابتدائی ہو۔

اہم سوال

حقیقی معنی کے ہوتے ہوئے غیر حقیقی معنی کیوں مراد لیتے ہیں؟

جواب

اس کے اصلی معنی محدود ہیں، لیکن غیر اصلی معنی غیر محدود ہیں، یا اس وجہ سے کہ اصلی معنی محال یا متروک یا مہجور یا متعذر رہیں مگر مجازی مستعمل ہیں جیسے سر تھیلی پر رکھتا یا اصلی معنی سے منشا نہیں پوری ہوتی پیاس نہیں بجھتی، حسن نہیں پیدا ہوتا، دلچسپی نہیں بڑھتی تو مجاز سے حوصلہ پورا کرتے ہیں جیسے وہ خوبصورت ہے حقیقت ہے مگر پھول کہنا مجاز ہے اسی طرح چاند ہے، یا کہئے لخت جگر ہے تو مجاز ہے زاد آخرت ہے یہ بھی مجاز ہے۔

استعارہ کے طرفین

ہجرت کے وقت بچے پڑھ رہے تھے، طلع البدر علینا من ثنیات الوداع، تو بدر سے کون مراد ہے؟ ثنیات الوداع نے بتایا کہ کوئی اہم آدمی مراد ہے جو آرہا ہے تو حقیقت چھوڑ کر دوسرے معنی اس وجہ سے تلاش کر لئے گئے کہ حقیقت کے اوصاف کے ذکر میں اس سے سراغ مل گیا۔ اس طرح استعارہ تشبیہ سے الگ ہو کر اک مستقل فن بن گیا ہے اس لئے اس کے نام اور تعریفات بھی الگ ہو گئی ہیں۔

۱ مشبہ کا نام مستعار لہٗ

۲ مشبہ بہ کا نام مستعار منہ

۳ وجہ تشبیہ کا نام حرف جامع یعنی مستعار

Scanned by CamScanner

مثلاً ع کوئی اس میں سوتا کوئی جاگتا ہے۔ سونا یعنی غافل ہونا جاگنا یعنی باخبر رہنا، تو غفلت اور بیداری مستعار لہ اور سونا جاگنا مستعار منہ سونے میں حرف جامع بے خبری ہے اور جاگنے میں باخبری ہے۔

استعارہ کی قسمیں

استعارہ کبھی کسی ذات کا ہوتا ہے کبھی کسی خیال کا۔ اگر ذات کا ہو تو حقیقت ہے اگر خیال کا ہو تو خیالیہ چنانچہ گھوڑا مریل ہو تو اسے گدھا، عورت بدشکل ہو تو چڑیل اور موٹر خراب ہو تو کھٹارا کہتے ہیں یہ ذات کا استعارہ ہے اس میں ایک ذات کی جگہ دوسرے کی ذات رکھ دیتے ہیں دونوں میں جو بات مشترک ہو وہ وجہ جامع بن جاتی ہے۔

دوم اگر کسی ذات کا استعارہ نہ ہو بلکہ کسی ذہنی خاکے یا تخیل کا یا کسی داعیہ کا استعارہ ہو تو وہ خیالیہ ہے جیسے۔

زندگی کا ہے کو اک خواب ہے دیوانے کا
اور جلوۂ طور تو موجود ہے موسیٰ ہی نہیں

یہ خیالیہ ہیں۔

وفاقیہ عنادیہ

استعارہ کے طرفین کسی ایک ذات میں یا ایک جگہ جمع ہو سکتے ہوں تو وفاقیہ ہے ورنہ عنادیہ۔

جلیل کہتے ہیں۔

رونے کو پوچھتے ہو تو آنکھیں ہیں سامنے
ہنسنے کو پوچھتے ہو تو جی ہاں کبھی کبھی

رونے کا مطلب ہے بے چین رہنا ہنسنے کا مطلب ہے مطمئن رہنا یہ دونوں کیفیات ایک

Scanned by CamScanner

ذات میں یہاں جمع ہیں اس لئے استعارہ وفاقیہ ہے عاشق تو عاشق ہے جگر کہتے ہیں۔

وہ محبت ہی نہیں ہے وہ قیامت ہی نہیں
جو کسی پائے نگاریں کی نہ ٹھکرائی ہو

محبت جب ٹھکرادی جاتی ہے تو بے قراری حد سے بڑھ جاتی ہے اس لئے اس کو قیامت کہہ دیا مگر بے قراری دل میں ہوتی ہے قیامت دل میں جمع نہیں ہو سکتی اس لئے عنادیہ ہے اس طرح دونوں مقبول ہے۔

لوازم استعارہ

استعارہ سے ہم جو چاہتے ہیں اس کی وضاحت کے تین طریقے ہیں (۱) مطلقہ (۲) مجردہ (۳) مرشحہ (۴) اور دونوں سے مرکبہ۔

اول مطلقہ

اگر مشبہ یا مشبہ بہ دونوں میں سے کسی کی کوئی خصوصیت یا مناسبت مذکور نہیں ہے تو مطلقہ ہے، مثلاً لکل فرعون موسیٰ، واہ میرے شیر، بڑے حاتم بنے ہیں یہاں مشبہ محذوف کر کے مشبہ بہ کو اس کی جگہ رکھ دیا تو اس کے مجازی معنی کی شہرت یا سہولت کی وجہ براہ راست مشبہ سمجھ میں آگیا کہ شیر کسی بہادر کو کہا ہے اور حاتم کسی سخی بننے والے کو کہا ہے اور فرعون سے کوئی مغرور مراد ہے۔

دوم مجردہ

رکن اول مستعار لہ نہیں ہے مگر مشبہ بہ کے ساتھ اس کی خصوصیت یا مناسبت کا ذکر ہے جس سے خود مستعار لہ سمجھ میں آجاتا ہے جیسے ناسخ فرماتے ہیں۔

آخر اک دن گور کے منہ کا نوالہ ہو گیا

منہ کا نوالہ بہت بڑا وصف ہے اس سے معلوم ہوا کہ یا تو گور سے مراد بھیڑیا ہے یا گھڑیال ہے جو شکار کو نگل لیتا ہے۔ کیونکہ یہ وصف اسی کا ہو سکتا ہے۔

Scanned by CamScanner

سوم مرشحہ

مشبہ موجود نہیں مگر مشبہ بہ اور مستعار منہ کی خصوصیات سے ذہن مشبہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جیسے غالب فرماتے ہیں۔

خامہ انگشت بدنداں ہے اسے کیا لکھئے
ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہئے۔

یہاں خامہ کی صفت لکھنا مذکور ہے اور ناطقہ کی صفت کہنا موجود ہے اور دونوں مشبہ بہ کی صفات ہیں تو لکھنا سے لکھنے والے شخص کی حیرانی مراد ہے اور کہنا سے بولنے والے شخص کی بے بسی مراد ہے اس لئے یہ استعارہ مرشحہ ہے دوسری مثال:

کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے

غالب سے پیچھے ہونا کعبہ کا حال ہے آگے ہونا کلیسا کا حال۔ ایک کا مشبہ اسلام دوسرے کا مشبہ عیسائیت۔

چہارم مرکبہ

مشبہ موجود نہیں مشبہ بہ موجود ہے اور دونوں کی صفات مشبہ بہ کے لئے ثابت کر دیا ہے ایسا مشکل سے ہوتا ہے مگر غالب جیسے باکمال کے لئے کیا مشکل ہے اس لئے خامہ کو پہلی صفت انگشت بدنداں کا تعلق اک حیراں شخص سے ہے جو مشبہ ہے اور لکھنے کا وصف خامہ کی صفت ہے جو خود مشبہ بہ ہے تو ایک ہی جملے میں دونوں کی صفات مذکور ہیں اسی طرح ناطقہ کی صفت سر بگریباں بھی ہے کیا کہئے بھی تو سر بگریباں کا تعلق اس مشبہ شخص سے ہے جو سخت حیراں ہے اور بولنے کا تعلق خود ناطقہ سے ہے اس طرح غالب جو کہنا چاہتے ہیں وہ بہت اچھی طرح واضح ہو گیا۔

تو مرکبہ میں مجردہ اور مرشحہ دونوں کو جمع کر کے استعارہ مکمل کرتے ہیں۔

Scanned by CamScanner

وجہ جامع

استعارہ کا تیسرا اہم جزء وجہ جامع ہے جو دونوں ارکان میں وجہ مشترک ہے اس سے استعارہ کی غرض پوری ہوتی ہے اور استعارہ مکمل ہو جاتا ہے۔

اول

کبھی طرفین کا جزء ہو گا، کبھی وصف، یا حال ہو گا جیسے کتے کی دم سیدھی نہیں ہوتی۔ تو دم کتے کے وجود کا جزء ہے یعنی انسانی جبلت بدلتی نہیں تو جبلت اس کی حقیقت کا جزء ہے۔

دوم

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع۔ بدر سے ایسا شخص مراد ہے جو ثنیات الوداع سے آیا ہو اور روشن ہو تو بدر کی روشنی اور پھیلنا مشبہ کا وصف ہے جزء نہیں اسی سے وجہ جامع نکل آئی کہ آپ کی رونق اور برکت ہے، **فما ربحت تجارتھم** تو نفع نقصان تجارت کا وصف ہے انہوں نے ایمان قبول نہیں کیا ہے لین دین کیا ہے وجہ جامع کا اسی سے پتہ چلے گا۔ اللہ کا فٹ بال فرشتوں نے اچھالا۔ نکلتے ہوئے سورج کو اللہ کا فٹ بال اس وجہ سے کہا کہ سورج گول ہے نیچے سے اوپر جاتا ہے تو یہ سب باتیں دونوں کی ذات نہیں صفات ہیں اور ان ہی صفات سے وجہ جامع کا سراغ لگا ہے۔

مستعار کی تقسیم

اول اصلیہ

مستعار اگر اسم غیر مشتق، نکرہ، اسم جنس، مصدر یا حاصل مصدر ہے تو اصلیہ ہے جیسے قرآن میں ہے **یخرجھم من الظلمات الی النور**، ظلمت سے مراد گمراہی ہے

Scanned by CamScanner

نور سے ہدایت کا استعارہ ہو رہا ہے۔ دونوں غیر مشتق ہیں۔

۱- نکرہ

"کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے۔ شیر نکرہ ہے حضرت حسین بھی مراد ہو سکتے ہیں یا کوئی بہادر شخص بھی۔

۲- اسم جنس

لکل فرعون موسی، فرعون کی ذات کے لئے نہیں بلکہ کسی خاص وصف کے لئے عام ہو گیا ہے اسی طرح موسی علم نہیں رہ گیا ہے بلکہ اک خاص وصف کے لئے مشہور ہو گیا ہے۔

(۳) مصدر جیسے۔

تجاہل، تغافل، تبسم ،تکلم

یہاں تک تو آئے وہ مجبور ہو کر

جگر نے عشق کے ابتداء سے انتہا تک کے مراحل کو خوبصورتی سے طے کر دیا ہے اسی طرح ع "اک ترے آنے سے پہلے اک ترے جانے کے بعد" دونوں مصدر ہیں آنا بھی ،جانا بھی۔ تو خود مصدر استعارہ کے لئے مستعمل ہے۔

(۴) حاصل مصدر ابھی تو دید نہ شنید۔ بیچارگی کی موت پائی۔

دوم مستعار اگر اسم مشتق، یعنی اسم فاعل، اسم مفعول، اسم ظرف، اسم تفضیل فعل، یا شبہ فعل یا حرف ہے تو استعارہ تبعیہ ہے کیونکہ مصدر اصل ہے معنویت اسی سے تقسیم ہو کر مشتقات تک پہونچتی ہے۔

۱- فعل

جگر کہتے ہیں: بھاگ مسافر میرے چمن سے میرے چمن سے بھاگ، یا کہتے ہیں اے محتسب نہ پھینک مرے محتسب نہ پھینک، بھاگ اور نہ پھینک، فعل ہیں اور

Scanned by CamScanner

دونوں سے کیفیات مراد ہیں۔

۲- فعل استمراری

خرد زنجیر پہناتی رہے گی
جو دیوانے ہیں دیوانے رہیں گے

۳- اسم فاعل

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

زود پشیماں، اسم فاعل سماعی ہے غالب کی جدت طرازی نے کیسی معنویت پیدا کی ہے۔

۴- اسم مفعول

زائر حرم سے سنئے حاضری مدینہ کی کیفیت۔ قدم لرزید لرزید نظر دزدیدہ، دزدیدہ۔

۵- صفت مشبہ

بے خودی بے سبب نہیں غالب کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔ یہاں بے خودی صفت مشبہ ہے پردہ داری اسم فاعل سماعی ہے عاشقانہ کیفیات کی ترجمانی کی گئی ہے۔

۶- حروف

فی ظرفیت کے لئے ہے، من ابتداء کے لئے اعلیٰ سے بلندی مقصود ہے اور حتیٰ کا مطلب ہے کسی مسافت کی انتہا مگر ان کو دوسرے معانی میں استعمال کر کے استعارہ کرتے ہیں جیسے فی بمعنی میں کو مختلف معانی کے لئے لاتے ہیں۔ جیسے جیب میں ہے یعنی

ظرف ہے۔ایک روپے میں ایک سیب۔یعنی ایک روپیہ کے بدلے، اور اس پہلوان میں کشتی ہوگی، یعنی مقابلہ، بارش میں بھیگ گئے یعنی بارش کی وجہ سے ۔دو منٹ میں آئے یعنی وقفہ میں۔تو حروف کو آگے والے الفاظ کی معنویت کے لئے طرح طرح استعمال کرتے ہیں کچھ حقیقی کچھ غیر حقیقی۔

شناخت حقیقی و مجازی

کسی فعل کو استعمال کر کے یہ طے کرنا کہ حقیقت مراد ہے یا مجاز اک مشکل کام ہے دونوں میں امتیاز کا طریقہ یہ ہے کہ جو اس کا فاعل ہے وہ حقیقی ہے یا مجازی؟ اگر فاعل حقیقی نہیں ہے تو مجازی ہے فانی بدایونی کہتے ہیں۔

دل ڈھونڈتا ہے گھر کوئی دونوں جہاں سے دور
اس آپ کی زمین سے الگ آسماں سے دور

اس میں تلاش کرنا فعل ہے مگر دل زمین سے آسماں تک ڈھونڈنے نہیں جا سکتا، یہ محال ہے تو اسناد حقیقی نہیں مجازی ہے دل میں تمنا ہے، یہی استعارہ ہے یہاں فعل کی اسناد مجازی ہے اور اس کا نام استعارہ تبعیہ ہے۔

اقبال کہتے ہیں۔

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات جب جھکا تو غیر کے آگے نہ تن تیرا نہ من

ظاہر ہے کہ اقبال نہ پانی بن گئے تھے نہ ہی بن سکتے تھے اور نہ کوئی بات کسی جسم کو پانی بنانے کی سکت رکھتی ہے اس لئے دونوں ممکن نہیں متعذر ہیں۔لیکن اگر عرق انفعال سے بھیگ جانے کا استعارہ مراد لیا ہے تو مجازاً بالکل صحیح ہے اور اسناد کا محال ہونا قرینہ ہے استعارہ کا۔

اضافت حقیقت و مجاز کے لئے مابہ الامتیاز جس طرح فاعل اور مفعول کی نسبت ہے کہ اگر واقعی ہو تو حقیقت ہے نہیں تو مجاز ہے اسی طرح مثلاً موج غم، جان

Scanned by CamScanner

پدر، نور نظر، صبح امید، شام غزل، دریائے عشق، شاخ آہو میں اگر حقیقت نہیں مراد ہو سکتی تو مجاز مراد ہے، تو یہاں مضاف الیہ سے معلوم ہو گا کہ مضاف سے حقیقت مراد ہے کہ نہیں، دریائے عشق اور جان پدر میں مضاف الیہ بتاتا ہے کہ نہ دریا واقعی ہے نہ جان اصلی ہے، لہٰذا مجازی معنی مراد لینا ضروری ہے۔

استعارہ کی تقسیم

پیاری بچی کو چاند کہنا اس لئے صحیح ہے کہ چاند کا حسن اور اس کی خوبصورتی مشہور ہے تو بچے کو چاند کہنے سے بچہ کا حسن سامنے آگیا یہ ہے استعارہ بالتصریح۔

(ا) اگر مشبہ بہ میں مشبہ کی خصوصیات ثابت کردی گئیں جس سے مشبہ کو سمجھنا آسان ہوتا ہے تو استعارہ بالکنایہ ہے جیسے موت نے چنگل گڑا لئے چونکہ موت کے چنگل نہیں ہوتے بھیڑیا کے ہوتے ہیں اس لئے موت سے بھیڑیا خود سمجھ میں آگیا جو مشبہ ہے اور متروک ہے اور چنگل گڑونا اس کی علامت اور خاصہ ہے تو لازم سے ملزوم سمجھ میں آگیا اسی کا نام کنایہ ہے مگر تشبیہ کے ساتھ آیا اس لئے استعارہ بالکنایہ ہے مثلاً۔ جگر کہتے ہیں۔

لاکھ آفتاب پاس سے ہو کر گذر گئے　　　بیٹھے ہم انتظار سحر دیکھتے رہے

یہاں آفتاب سے کیا مراد ہے؟ پہلا مصرع بول رہا ہے کہ لاکھ ماہ رو مراد ہیں جو جگر کے پاس سے گذر رہے ہیں اس لئے سورج نہیں مراد ہے ماہر و اور محبوب کے گروہ مراد ہیں پیہم گزرے ہیں مگر بے نور سے ہیں کہ سحر نہیں ہوتی۔ اس طرح متعین ہو گیا کہ آفتاب مشبہ بہ ہے اور مشبہ وہ حسن والے ہیں جن سے تسکین خاطر نہیں ہوتی زندگی میں اجالا نہیں ہوتا تو خصوصیات اور علامتوں سے ماہر و مراد لیتے ہیں اسلئے استعارہ بالکنایہ ہے۔

بنیادی اصول استعارہ بالکنایہ میں متکلم کے لئے دو کام لازم ہیں۔ اول کسی چیز کو

Scanned by CamScanner

نگاہ میں رکھ کر اس کو کسی مناسب چیز سے تعبیر کرنا اور اس چیز کا کوئی وصف یا اس کے مناسب چیز کو ثابت کر کے محذوف کا سراغ لگانا۔ اس لئے کسی نے کہا کہ تم تو اب اڑنے لگے ہو تو یہاں تم کو کبوتر مان کر پر لگا کر اڑا رہا ہے اس لئے کبوتر کا سراغ پانا آسان ہو جاویگا۔ اور اڑنا لازم ہے اس سے کبوتر ملزوم کا سمجھنا کنایہ ہے مگر یہ ثبوت حقیقی نہیں مجازی ہو گا جیسے تم ڈال ڈال میں پات پات، گویا ہم اور تم دونوں بلبل ہیں اس تشبیہ کی وجہ سے استعارہ ہے تو یہ ہے استعارہ بالکنایہ۔

اجزاءاستعارہ کی شناخت

مستعار لہٗ، مستعار منہ اور وجہ جامع تینوں اجزاء کے لحاظ سے استعارہ کی چھ صورتیں ہو جائیں گی۔

اول

تینوں اجزاء حسی ہوں جیسے: صراحی قہقہہ بھرتی ہے مینا مسکراتا ہے

اس میں صراحی، قہقہہ، مینا اور مسکراہٹ یہ سب حسی ہیں اور دونوں میں جو یکسانیت ہے وہ وجہ جامع بھی حسی ہے اسی طرح ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے نرگس مشبہ بہ ہے حسی ہے بے نور عورت مشبہ ہے حسی ہے اور بے نوری وجہ جامع ہے وہ بھی حسی ہے۔

دوم

طرفین حسی ہوں مگر وجہ جامع عقلی ہو، قرآن کہتا ہے وآیۃ لھم اللیل نسلخ منہ النھار۔ اس میں اللیل حسی ہے کھال ادھیڑ دینا۔ مردہ جانور کی خاصیت ہے وہ بھی حسی ہے اور مردہ جانور سے سفید گائے مراد ہے جس کی سفید کھال اتار لینے کے بعد جو بچتا ہے وہ سیاہ ہوتا ہے، یہ تمام امور حسی ہیں۔ حسی ہے اور یہی مستعار منہ ہے اور حالات کی ایسی تبدیلی کہ منور شئ بے نور ہو جائے وجہ جامع ہے جو عقلی ہے۔

Scanned by CamScanner

سوم

مستعار لہٗ حسی ہو باقی دونوں اجزاء عقلی ہوں جیسے خط لکھتے ہیں کہ نور چشم راحت جاں سلمہٗ، تو بچہ حسی ہے نور چشم حسی ہے مگر راحت جاں عقلی ہے، سکون قلبی حاصل ہونا عقلی ہے۔

چھارم

مستعار لہٗ (مشبہ بہ) حسی ہو باقی عقلی جیسے تم کہاں جاکر بیٹھ گئے، دوست اور تم حسی ہیں جاکر بیٹھ گئے حسی ہے اور غفلت برتنا عقلی ہے، کام نہ کرنا وجہ جامع عقلی ہے، غالب کہتے ہیں۔

جب رشتہ بے گرہ تھا ناخن گرہ کشا تھا

مشکلات کو دھاگہ اور رشتہ کہا ہے جو حسی ہے مگر مشکلات عقلی ہے اور وجہ جامع مشکلات کا حل نہ ہونا عقلی ہے۔

پنجم

تینوں اجزاء عقلی ہوں جیسے بہت سو چکے ہوش میں آیئے۔ غفلت عقلی ہے بہت سوکر ہوش کھودینا عقلی ہے بے خبری وجہ جامع ہے وہ بھی عقلی ہے۔

ششم

طرفین حسی ہوں اور وجہ جامع حسی بھی ہو عقلی بھی ہو یعنی شبہ متعدد ہو۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

حضور کی ذات کو البدر کہا ہے دونوں حسی ہیں اور وجہ جامع روشنی حسی ہیں باہر سے آکر طلوع ہونا بزرگانہ عظمت کے سات آنا عقلی ہے اور چودھویں رات کا چاند جتنا چمکدار ہوناوہ حسی بھی ہے عقلی بھی۔

Scanned by CamScanner

کمال استعارہ

استعارہ تین باتوں سے مکمل ہوتا ہے۔

اول

تشبیہ کے باوجود کہیں سے پتہ نہیں چلتا کہ تشبیہ ہے جیسے دل اجڑ گیا تو گھر یا باغ کو دل کہا ہے اور اجڑنا باغ کی خاصیت ہے اس کو ثابت کر دیا ہے وجہ جامع اداسی ہے۔

یاایھا المزمل قم،یاایھاالمدثر الی آخرہ۔

دوم

وجہ جامع کوئی مبتذل چیز نہ ہو جیسے میرا شیر کشتی جیت کر آیا۔ بہادری وجہ جامع ہے عقلی ہے اور معمولی ہے مگر مبتذل نہیں۔

سوم

وجہ جامع آسان ہو بہت نازک نہ ہو جیسے ع کس شیر کی آمد ہے کہ رن کانپ رہا ہے ع بہارو پھول برساؤ میرا محبوب آتا ہے۔

استعارہ تخیلہ کی تقسیم

استعارہ تخیلہ کی تین قسمیں ہیں کیونکہ جب مشبہ بہ کے لوازم ذکر کریں گے تو یہ اوصاف تین طرح کے ہوں گے اور تینوں استعارہ تخیلیہ بنائیں گے۔

اول

وہ وصف مشبہ بہ کی بناوٹ میں شامل تھا۔ جیسے موت کے چنگل سے چھٹکارا نہیں۔ اگر موت کے لئے چنگل ہے تو گویا موت کو بھیڑیا مان لیا ہے اور چنگل بھیڑیا کا جزء لازم اور وجہ امتیاز ہے۔

Scanned by CamScanner

دوم

اس کی بناوٹ میں شامل نہیں مگر اس کی شخصیت کی تکمیل اس سے ہوتی ہے جیسے نغمہ بلبل کی بناوٹ میں نہیں ہے مگر نغمہ وہ وصف ہے جس کے بغیر بلبل کی شخصیت مکمل نہیں ہوتی جیسے حضرت عیسیٰ کے معجزات ان کی شخصیت کو مکمل کرتے ہیں۔ غالب کی شاعری، ملادوپیازہ کی حاضر جوابی اور انور صابری کی برجستہ گوئی اس کا کمال فن ہے۔

سوم

تیسری قسم یہ ہے کہ وہ وصف مشبہ بہ کا لازم ہو، نہ بناوٹ میں شامل ہو نہ اس کی شخصیت کی تکمیل کرے بلکہ ذاتی وصف ہو جیسے بجلی ''تڑپ رہی تھی مرے آشیاں سے دور'' بجلی کے لئے تڑپنا وصف لازم ہے اسی طرح فرعون کے لئے سرکشی، حاتم کے لئے سخاوت وصف لازم بن گیا ہے یعنی عرفاً وہ خود اک وصف بن گئے ہیں۔

استعارہ کی تقسیم

مشبہ بہ کے ذکر و عدم ذکر سے دو قسمیں بنتی ہیں مصرحہ و مکنیہ۔

اول مصرحہ

استعارہ میں اگر مشبہ بہ موجود ہے تو مصرحہ ہے جیسے:

تھا موتیوں سے دامن صحرا ابھرا ہوا

انیس نے اوس کو موتی کہا جو مشبہ بہ ہے پھر موتیوں سے دامن صحرا ابھر دیا جو مشبہ بہ کا وصف ہے یہ مصرحہ ہے۔

دوم مکنیہ

اگر مشبہ بہ بھی حذف کر دیا گیا اور اس کی صفات ذکر کر کے اس کا سراغ لگایا گیا تو مکنیہ ہے جیسے ع پر کترنے کے لئے ہیں قینچیاں دیوار پر۔ مشبہ بہ فاختہ امن یا کبوتر ہے مگر

Scanned by CamScanner

اسے شہرت لی وجہ سے حذف کر کے اس لے وصف ذکر کر دیۓ گئے۔ اس وصف سے موصوف کا یا لازم سے ملزوم کا پتہ لگنا کنایہ ہے اس لئے استعارہ مکینہ ہے جیسے **واخفض لھما جناح الذل من الرحمۃ**۔ جس کے جناح ہوں گے وہ مشبہ بہ ہے جو محذوف ہے اور اس کے بتانے والے جناح وغیرہ اوصاف ہیں جو پتہ بتا دیتے ہیں کہ محبت کی چڑیا کوئی ہے اسی سراغ رسائی کا نام استعارہ تخییلیہ ہے۔

استعارہ بالکنایہ کی شناخت

کہتے ہیں بجلی آنکھ مچولی کھیل رہی ہے۔ آنکھ مچولی کھیلنا وصف عقلی ہے جو بجلی کے لئے ممکن نہیں مگر اس وجہ سے ثابت ہے کہ بجلی سے چنچل عورت مراد ہے تو اس وصف عقلی نے محذوف کا پتہ لگا کر استعارہ کو کنایہ بتا دیا ہے کیونکہ لازم سے ملزوم اور وصف سے موصوف کا پتہ لگنا کنایہ ہے جیسے بیچارہ چاروں شانے چت ہو گیا، مراد وہ پہلوان ہے جو کشتی میں بے اختیار ہار گیا ہو اور اس کی علامت ہے چاروں شانے چت ہو جانا تو معلوم ہوا کہ ہارنا ملزوم ہے اور چاروں شانے چت ہونا اس کی علامت اور لازم ہے۔

ایک رائے یہ ہے کہ یہاں تشبیہ تو ہے مگر لفظوں میں نہیں ہے صرف متکلم کے ذہن میں ہے مثلاً **یخرجھم من الظلمات الی النور** میں تشبیہ کا شائبہ بھی نہیں معلوم ہوتا۔

دوسری رائے یہ ہے کہ مشبہ کو اس وجہ سے لانے کی ضرورت نہیں کہ مشبہ بہ خود اس کی طرف سے کافی ہے اور ثبوت کے لئے وہ شہرت یا تجربہ یا وصف ہے جو تھا مشبہ کے لئے لیکن اب ثابت کر دیا ہے مشبہ بہ کو جیسے زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے۔ تو زمیں آسماں کو نہیں کھا سکتی مگر کوئی اتنی بڑی ڈائن ہے کہ آسماں کو بھی کھا سکتی ہے سکا کی نے اسی طرح کی بات کہی ہے اور ٹھیک کہی ہے کیونکہ جس وصف کو ثابت کیا ہے وہ مشبہ کا وصف ہے اور اس کا سراغ بتا رہا ہے لہذا ہم تشبیہ کو بھلا نہیں سکتے۔

Scanned by CamScanner

باب سوم

مجاز مرسل

ملزوم بول کر جب لازم مراد لینا مجاز ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) اگر حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا رابطہ ہے تو کبھی وہ تشبیہ ہے کہیں استعارہ۔

(۲) اگر حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کے سوا کوئی دوسری بات رابطہ ہے تو وہ مجاز مرسل ہے اہل فن نے مجاز مرسل کے رابطے ۲۴ قسم کے شمار کئے ہیں۔

(۱) سبب بول کر مسبب مراد لینا، جیسے یاہامان ابن لی صرحاً۔ ہامان ذمہ دار اور سبب تھا مزدور کارندے اور مسبب تھے اس لئے ہامان مخاطب کیا گیا۔

(۲) یا کہتے ہیں عدالت نے پھانسی دیدی، یعنی عدالت کے جج نے ملزم کو پھانسی دیدی یعنی پھانسی اس کے حکم کے سبب سے ہوئی اس میں دونوں مجاز مرسل ہیں۔ عدالت بول کر جج مراد لینا یعنی "عہدہ" بول کر عہدہ والا مراد ہے اور عدالت سے جلاد۔

(۳) کل بول کر جز مراد لینا، جیسے ہاتھ سے طوطے اڑ گئے یعنی پنجے سے، قلم خراب ہے یعنی اس کی نب، سائیکل پنچر ہے یعنی اس کی ٹیوب، میں نے دیکھا یعنی مری آنکھوں نے۔

(۴) جز بول کر کل مراد لینا، جیسے سورہ ناس، سورہ کافرون اور الحمد سے پوری پوری سورت مراد لینا۔

اے کہ از مامی روی دامن کشاں
از سر اخلاص الحمدے بخواں

(۵) ظرف بول کر مظروف مراد ہو کہ دریا بہہ رہا ہے یعنی اس کے اندر کا پانی، جیب کٹ گئی یعنی اندر کے روپے۔

Scanned by CamScanner

(۶) مظروف سے ظرف، چائے لاؤ یعنی چائے بھری پیالی، جو چائے کے لئے ظرف ہے، شربت لاؤ یعنی شربت کا گلاس۔

(۷) آلہ کا نام لینا اور کام مراد لینا، جیسے بچے کی زبان اچھی ہے یعنی اس کی بولی بات، وہ بدزباں ہیں یعنی غلط سلط بولتی ہے۔ تمہاری طرح مہرباں اور بھی ہیں ہماری طرح بے زباں اور بھی ہیں۔

(۸) سواری کا نام لینا اور چلانے والا مراد لینا، جیسے او کشا، اے رکشا والے، اے ٹیکسی یعنی ڈرائیور جو ٹیکسی چلا رہا ہے۔

(۹) سامان کا نام لے کر پھیری والے کو سمجھنا، جیسے اوامرود یعنی بیچنے والے، اے موم پھلی یعنی خونچے والے۔

(۱۰) مستقبل کے لحاظ سے کسی کو پکارنا، جیسے طالب علم کو مولوی حافظ، حکیم، ڈاکٹر، یا انجینئر کہنا، رنگروٹ کو سپاہی کہنا۔

(۱۱) ماضی کا لقب رٹائر ہونے کے بعد استعمال کرنا، جیسے کسی کو پردھان، داروغہ، مہتمم یا منیجر کہنا جواب عہدے پر نہیں ہے۔

(۱۲) نتیجہ کے اعتبار سے کسی کو کچھ کہنا، جیسے انسان کو مشت خاک، بلبل کو مشت پر، جو مرنے کے بعد مشت خاک یا مشت پر ہوں گے۔

(۱۳) مقام بول کر باشندے مراد ہوں، ہندوستان وپاکستان میں میچ ہے یعنی اہل ہند بلکہ اہل ہند کی ٹیم، اس میں دو قسم کے مجاز مرسل ہوگئے، واسئل القرية اے اهل قريه، فليدع ناديه اے اهل ناديه.

(۱۴) حال بول کر محل مراد لینا، جیسے کلو پر نشہ سوار ہے، شراب محل ہے اور نشہ اس میں حلول کئے ہوتا ہے نشہ بول کر شراب پی لینا مراد ہے، اسی طرح دولت کا نشہ عبرت کا نشہ، ہر نشے سے شراب مراد ہے، مگر سوار ہونے سے استعارہ بن جائے گا کیونکہ سوار کوئی جن ہوگا یا پاگل یا بے عقل۔

Scanned by CamScanner

(۱۵) مطلق بول کر مقید، جیسے ہاکر آواز لگاتا ہے پے پر، یعنی وہ پے پر جس پر خبریں چھپی ہوتی ہیں کپڑا لے لو کپڑا یعنی ایسے کپڑے جو عورت مرد پہنتے ہیں، چادر لے لو، یعنی بُنی ہوئی رنگین اور عمدہ چادر۔

(۱۶) نام لے کر مسمی مراد لینا، جیسے دارالعلوم کھل گیا یعنی درسگاہیں، دفاتر اور کاروبار، بازار بند ہے یعنی دکانیں اور کاروبار اور تجار، راجدھانی جارہی ہے یعنی سب سے تیز چلنے والی مہنگی ٹرین۔

(۱۷) مقید بول کر مطلق، جیسے:

مجھے اٹھانے کو آیا ہے واعظ ناداں
جو اٹھ سکے تو مرا ساغر شراب اٹھا

مراساغر سے مطلق ساغر شراب مراد ہے۔ کیونکہ نشہ کا برداشت کرنا واعظ کے بس میں نہیں۔

(۱۸) نام بول کر اس کا وصف خاص مراد لینا:

شور سنتے تھے کہ غالب کے اڑیں گے پرزے
دیکھنے ہم بھی گئے تھے یہ تماشہ نہ ہوا

غالب سے مراد کوئی بڑا مجرم، میر صاحب بھی کیا دیوانہ ہیں، میؔر سے مراد عقلمند ہستی ہے۔

(۱۹) نسبت سے صاحب نسبت مراد ہو، اعظمی کے نحوی معنی نہیں بلکہ اعظم گڑھ والے آدمی مراد ہیں، شافعی، حنفی، مالکی اور حنبلی سے مراد فقہی مسلک پر چلنے والے لوگ مراد ہیں۔

(۲۰) رشتہ کا لفظ بول کر رشتہ نہیں اس کی عظمت مراد، جیسے بابائے اردو عبد الحق، بابائے قوم یعنی مہاتما گاندھی جی، خالہ چلیں حج کو یعنی چالاک بلی، ام الخبائث یعنی

شراب، ابو جہل یعنی عمر بن ہشام دشمن رسول، چچا سعدی، چچا غالب، جان بیٹا خلافت پر دے دو۔

(۲۱) حروف کے بے معنی مصداق، جیسے ایم بی، ایم ایل اے، سی آئی ڈی اور الف لام میم، ن، ق طسم سے ایک عہدہ، ایک اداء، ایک محکمہ کوئی خاص معنی و مصداق مراد ہے مگر ان حروف کے معانی سے ان کا کوئی رابطہ نہیں ہے

(۲۲) لفظ کو بلا وجہ کسی معنی کے لئے بولنا، جیسے آنکھ مارنا محال ہے مگر کن انکھیوں سے اشارہ کرنا رائج ہے اور وہی مراد ہے، دماغ چاٹنا ممکن نہیں مگر پریشان کرنا رائج ہے اور وہی مراد ہے ایسے ہی اکثر روز مرہ۔ الفاظ کسی متعین مفہوم کے لئے بلا وجہ بولا کرتے ہیں۔

(۲۳) محاورے میں لغوی معنی ترک کر کے دوسرے کوئی معنی مراد لینا، جیسے مرغے کی ایک ٹانگ، واقعہ غلط ہے مگر اپنی ضد پر اڑ جانا اس سے مراد لینا مجاز مرسل ہے، عقل بڑی کہ بھینس ایک مہمل سوال ہے اور عقل کی اس سے بڑی توہین نہیں ہو سکتی مگر کسی کی احمقانہ عقلمندی پر طنز کرنے کے لئے اس سے بہتر محاورہ شاید کسی زبان میں ہو لغوی معنی اور مجازی معنی میں کوئی واسطہ نہیں اس لئے مجاز مرسل ہے۔

(۲۴) ضرب الامثال کا مصداق، سیاں بھئے کوتوال اب ڈر کاہے کا۔ کسی شوخ عورت کا ناز و انداز والا فقرہ ہے جس سے نہ کوتوال مراد ہے نہ سپاہی نہ بے خطر ہونا ہاں کسی بڑی عزت والے سے انتساب کے بعد جو بے جا غرور ہوتا ہے وہ مراد ہے، کجامی نماید کجامی زند کا معاملہ ہے۔

ان کے علاوہ بھی روابط ہو سکتے ہیں اور مستعمل ہیں جس جگہ حقیقی اور مجازی معنی میں کوئی تشبیہ ہے وہ تشبیہ یا استعارہ ہے ورنہ مجاز مرسل ہے، یعنی کوئی نہ کوئی عوامی یا مخصوص یا عقلی رابطہ دونوں میں ضرور ہو گا۔ تب تمہارے لئے چودہ طبق روشن ہو جائیں گے۔

Scanned by CamScanner

باب چہارم

کنایہ

دلالت التزامی کے دو طریقے رائج ہیں(ا) ملزوم بول کر لازم مراد لینا، جیسے لومڑی چالاک ہے، چالاکی لومڑی کیلیئے لازم ہے اور لومڑی چالاکی کے لئے ملزوم ہے۔

(ا) دوسری صورت میں لازم بول کر ملزوم مراد لینا، جیسے قرآن میں ہے بل یداہ مبسوطتان، ہاتھ سخاوت میں کھل ہی جاتے ہیں تو بسط ید لازم اور سخاوت ملزوم ہے اور وہی مراد ہے یا مثلاً پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات جب جھکا تو غیر کے آگے نہ تن تیرا نہ من۔جب کوئی شرمندہ ہوگا تو لازی طور سے پانی پانی ہو جاویگا، پسینے میں ڈوب جائے گا تو شرمندگی ملزوم ہے یہ کیفیت لازم ہے یہاں مراد شرمندہ ہونا ہے۔

(۲) تو لازم بول کر ملزوم مراد لینا کنایہ ہے جیسے وہ چلے جھٹک کے دامن مرے دست ناتواں سے۔

کنایہ کی تقسیم

کوئی وصف یا تو موصوف کی ذات کی طرف اشارہ کرے گا یا کسی وصف کی طرف جیسے برسوں کے بعد بھائی تشریف لائے اک واقعہ ہے اور ذاتی ہے لیکن اگر کہیئے کہ آج کدھر سے چاند نکل آیا تو اس ذات کا کنایہ ہو گیا اس سے واقعہ بھی معلوم ہوا، اس سے خوشی و مسرت کا ماحول بھی، اور تعبیر مضمون کا حسن بھی سامنے آگیا اگر کسی سے کہیئے کہ محنت کے لئے تیار رہو تو اک نصیحت ہے اور اس سے وصف مراد ہے لیکن اگر کہیئے کہ اٹھ باندھ کر کیوں ڈرتا ہے تو اس وصف نے مخاطب کو مستعدی بھی کرایا اور مستعدی

Scanned by CamScanner

کے اسباب بھی واضح کر دیئے ہیں کمر باندھنے سے آمادگی اور بڑھ جاتی ہے اس کنایہ کا مقصد ذات نہیں وصف ہے۔

کنایہ ذاتی کی دو صورتیں ہیں، قریب اور بعید۔

اول قریب

کسی متعین ہستی کے اوصاف بیان کر دئے جائیں اس کا نام نہ لیا جائے تو ذات مقصود ہے اور کنایہ قریب ہے جیسے حالی مرحوم کہتے ہیں۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا　　مرادیں غریبوں کی برلانے والا

جو پڑھے گا وہ سمجھ لے گا کہ حالی کا اشارہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم شخصیت کی طرف ہے حضرت جامیؔ اک بزرگ پر طنز کرتے ہیں۔ع

نہ مرد است آنکہ دنیا دوست دارد

مراد ہے عبید اللہ احرار، انہوں نے جواب بھی کنایہ کر کے دیا ہے۔ع

اگر دارد برائے دوست دارد

دونوں سے ذات اور شخصیت مراد ہے۔

دوم بعید

کئی صفات ذکر کی جائیں اور ان سب سے مل کر کسی شخصیت کا تصور ذات پیدا ہو تو کنایہ بعید ہے ابن مسعود فرماتے ہیں اعمقھم علما واقلھم تکلفا... مراد ہیں وہ ہستیاں جن کو حضور نے تربیت دے کر نمونے کے انسان بنائے تھے یعنی صحابہ کرام ،اسی طرح کسی نے کہا ہے ھم باللیل رھبان وبالنھار فرسان،یا امرؤالقیس کہتا ہے اور اپنے تازی گھوڑے کا تعارف کرایا ہے:

مکر مفر مقبل مدبر معا　　کجلمود صخر حطه السیل من علِ

Scanned by CamScanner

مابہ الامتیاز

مقصود	۱- تصریح	۲- تشبیہ	۳- استعارہ	۴- مجاز مرسل	۵- کنایہ
حماقت	کلو احمق ہے	نوکر گدھے کی طرح ہے	اس گدھے کو کوئی سمجھائے	دماغ کا اسکرو ڈھیلا ہے	بیچارہ عقل سے پیدل ہے
سچائی	دکاندار سچا ہے	وہ بھائی کی طرح ہے	صدیق بننا آسان نہیں	سچائی مرد کی شان ہے	مر سکتا ہوں جھوٹ نہیں بول سکتا
بہادری	محمود بہادر ہے	حامد شیر کی طرح گرجتا ہے	شیر میوات بھی آگیا	پہلوانوں کے چھکے چھڑائے	ایک کو ماروں دو گر جائیں
چوری	نوکرانی چورنی ہے	وہ بلی کی طرح دودھ پی جاتی ہے	میری بلی مجھ سے میاؤں	وہ پیسے مار دیتا ہے	بدھو کے ہاتھ کاٹ دیئے گئے
مکار	حاکم بہت مکار ہے	لومڑی کی طرح چالاک ہے	لومڑی سے بچ کر رہنا	وہ ۴۲۰ ہے	رنگا سیار ہے

قسم دوم

کنایہ کا مقصد کسی صفت کا تعین ہے اس کی بھی دو قسمیں ہیں قریب بعید۔

کنایہ قریب

اگر لازم سے ملزوم کی طرف ذہن آسانی سے منتقل ہوتا ہے تو قریب ہے جیسے دم دبا کر بھاگ گیا یعنی بزدل ہے۔ آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں یعنی حیرت زدہ رہ گئے۔

Scanned by CamScanner

ع "جس طرف دیکھا کئے دیکھا کئے" یعنی غم ہجراں سے مبہوت ہو گیا، تم بہت سر چڑھ گئے یعنی ڈھٹائی آگئی ہے تم میں۔

کنایہ بعید

محمد رسول الله والذين معه اشداء على الكفار یہ نام لے کر حضور کی تعریف کی گئی ہے اور سعدی فرماتے ہیں بلغ العلی بکماله كشف الدجى بجماله حسنت جميع خصاله ان صفات نے حضور کی شخصیت معین کر دی یہ کنایہ ہے، اور بہت سی صفات مل کر بھی کسی موصوف کو اگر متعین نہیں کرتیں کیونکہ ذہن آسانی سے منتقل نہیں ہوتا، غالب نے چکنی ڈلی کی تعریف کی ہے اور کرتے ہی چلے گئے ہیں مگر اس سے چکنی ڈلی کی طرف نہیں بلکہ محیر العقول ذات کی طرف اشارہ ہوتا ہے اور سننے والا حیران رہ جاتا ہے کہ صاحب کے لئے تو یہ کیسا عجوبہ ہے یہ بھی کنایہ بعید ہے۔ اسی طرح کہتے ہیں کچے دھاگے میں چلے آئیں گے سرکار بندھے۔ شاہی دبدبہ بتانے کے لئے اچھا مصرعہ ہے مگر اس کنایہ کو سمجھنا آسان نہیں وہی سمجھ سکتا ہے جس نے عالمگیر یا نظام حیدر آباد کا دربار دیکھا ہو۔

کنایہ واستعارہ کا فرق

دلالت التزامی میں جب حقیقی معنی متعذر یا متروک ہوتے ہیں تو مجاز اً ملزوم بول کر لازم مراد لیتے ہیں جیسے بچہ پھول ہے مگر لازم بول کر ملزوم مراد لینے میں حقیقت بھی مراد لے سکتے ہیں مجاز بھی، اگر مجاز مراد لیں گے تو کنایہ ہے۔

مثلاً کوئی کہتا ہے کہ میرے گھر میں چاند اتر آیا۔ یہ اگر واقعہ ہے تو غلط ہے خلاف عقل ہے کیونکہ چاند گھر میں نہیں اتر سکتا لیکن اگر کسی دوست یا دلہن یا دلہا کا استعارہ ہے تو مجاز ہے اور صحیح ہے۔

Scanned by CamScanner

اسی طرح غالب کہتے ہیں۔

وہ آئیں گھر پہ ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم ان کو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہیں

دوسرا مصرعہ حقیقت بھی ہو سکتا ہے مجاز بھی، یہ ہے استعارہ اور کنایہ کا فرق کیونکہ استعارہ میں دونوں کا مراد لینا محال ہوتا ہے۔

مزید وضاحت یہ ہے کہ وہ دم دبا کر بھاگ گیا اگر وہ سے کتا مراد ہے تو حقیقت بھی ہو سکتا ہے کنایہ بھی، لیکن اگر کلو مراد ہے تو قطعی کنایہ ہے کیونکہ کلو کے دم نہیں ہوتی اس لئے حقیقت ہونے کا سوال ہی نہیں یہ صرف استعارہ ہے کنایہ نہیں ہے۔

صفاتی کنایہ کی تقسیم

اگر کسی وصف کا کنایہ ہے تو اس کی تین قسمیں ہیں (۱) ایماء و اشارہ (۲) رمز (۳) تلمیح۔

۱- اشارہ و ایماء

اگر کنایہ سے کوئی صفت بے تامل سمجھ میں آجائے تو ایماء ہے جیسے نگاہ بچا کر چلے گئے یعنی کترا کر، ع اے کہ ازما بگذری دامن کشاں یعنی لاپروائی سے اسی طرح چڑھانا، تینوں کنایہ ہیں اور ان سے ہر شخص چستی آمادگی اور مستعدی "دامن سنبھال باندھ کمر آستین چڑھا" سمجھ سکتا ہے اور بھوں چڑھانا، سرخرو ہونا، سر جھکانا، آنکھ دکھانا، جوتے کھانا، آسانی سے اس صفت کو بتا دیتے ہیں جن کے لئے یہ لازم اور علامت ہیں۔

۲- رمز

لازم اور ملزوم میں رابطہ سمجھنا مشکل ہو جاتا ہے جیسے کوتاہ گردن سے فتنہ گر، لمبے آدمی سے حماقت، سر کھجانے سے کھسیانہ پن، مراد لیتے ہیں تو ملزوم مراد لیتے ہیں

تجربہ شاہد ہے اور معاملہ داری کی ضرورت ہے۔

چونکہ اہل علم کا تجربہ ہے کہ کل طویل احمق الاعمر، اور کلی قصیر فتین الاعلی اس لئے علمی بحث ہے ان صفات سے وصف کا سمجھنا آسان ہے لیکن ناتجربہ لوگوں میں بولئے تو لازم ملزوم کا رابطہ سمجھانا ہوگا اس لئے یہ کنایہ ذرا پیچیدہ ہے۔

۳- تلمیح

لازم بول کر ملزوم سمجھنا کبھی اس لئے مشکل ہوتا ہے کہ دونوں کے درمیان کئی واسطے یا تجربات یا مقدمات ہوتے ہیں جب تک ان سے واقفیت نہ ہو مقصد تک پہونچنا مشکل ہوتا ہے جیسے سعدی کہتے ہیں ع نہ محقق بود نہ دانشمند چارپائے بروکتابے چند ،چارپائے سے اگر گھوڑا یا ہاتھی یا کتا مراد لے لیں تو معنی خبط ہو جاتے ہیں اگر گدھا مراد ہے اور وہ مقام ہے جہاں گدھوں پر سامان لادتے ہیں تو شاعر کا مقصد سمجھ لے گا ورنہ کتابوں کے باوجود محقق ودانشمند نہ ہونا۔ دقت طلب ہے غالب کی سنئے اور تعقید معنوی کا تماشہ دیکھئے مگس کو باغ میں جانے نہ دینا کہ ناحق خون پروانے کا ہوگا۔ کہاں مگس کہاں پروانہ دونوں میں کتنا فاصلہ ہے مگر مگس باغ میں جاکر پھول چوسے گی، پھر شہد بنے گا اس میں سے موم پیدا ہوگا تب موم بتی بنے گی اور وہ کہیں رات میں جلے گی تو اس پر پروانے آئیں گے اور جل جل کر مر جائیں گے تو ناحق خون ہوگا اس کو تلمیح بھی کہتے ہیں اور تعقید معنوی بھی اور یہی چیستاں بھی بن جاتی ہے۔

نسبت کا کنایہ

کنایہ جس طرح کسی شخصیت کا ہوتا ہے یا کسی صفت کا اسی طرح نسبت کا بھی ہوتا ہے جیسے نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچیں گی پھر نسبت دونوں طرح کی ہوتی ہے اول کسی صفت کا ثابت کرنا دوسرے کسی صفت کا سلب کرنا۔

Scanned by CamScanner

اول اثبات

جیسے محبت میں ہمیشہ پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں یہاں مراد کوئی عاشق ہے کہ اس کو ہمیشہ مشقت برداشت کرنی پڑتی ہے یہاں اثبات صفت مقصود ہے۔

دوم سلب

جیسے اس حمام میں سب ننگے ہیں یعنی کسی میں تمیز نہیں ہے اس شہر میں سب باون ہاتھ کے ہیں یعنی شہر والے سب کے سب عقل سے پیدل ہیں یا وہاں سب باراتیوں نے بھانگ کھا رکھی ہے، یعنی کسی میں سنجیدگی نہیں ہے۔

تعریض

کنایہ کی اک قسم اور بھی ہے کہ بات کہی جائے اور اس کی منشا سیاق وسباق سے معین ہو جائے، جیسے کسی کا نام ہی نہ لیا ہے اور بات بھی اس تک پہونچا دی جائے، مثلاً کسی کو تنبیہ کرنا ہو تو کہتے ہیں۔ ظلم کی ٹہنی کہیں پھلتی نہیں۔ ناؤ کاغذ کی کبھی چلتی نہیں، دونوں مصرعوں میں ایک ہی بات ہے اور جس ماحول میں کہی گئی ہے وہاں ظلم کا ماحول ہو گا اس پر سخت چوٹ پڑے گی جیسے دھاندھلی کی عمر بہت کم ہوتی ہے، شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کے سو برس سے بہتر ہے، یا کہتے ہیں کہ چیل کے گھونسلے میں ماس کہاں؟

اس طرح کہیں شخصیت پر کہیں ماحول پر کہیں سیاست پر طنز و تعریض کیا کرتے ہیں اور اسی لئے کہتے ہیں کہ الکنایہ ابلغ من التصریح. چنانچہ کسی سے کہنا کہ تم ظالم ہو تمہارا انجام برا ہو گا۔ یہ تصریح ہے اور وہیں کوئی شعر یا مقولہ یا مثل پڑھ دینا کنایہ ہے اور یہ کنایہ اس ظالم کو سمجھاتا رہے گا کہ ظلم بری چیز ہے ناؤ کاغذ کی کہیں چلتی نہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین.

———☆☆☆———

Scanned by CamScanner

Scanned by CamScanner